معاون درسی کتاب

علم شہریت

برائے آٹھویں جماعت

محمد شمس الدین

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی

معاون درسی کتاب

علم شہریت

برائے آٹھویں جماعت

مصنف

محمد شمس الدین

ایم۔اے

مدیر

محمد نعیم الدین

ریٹائرڈ پرنسپل بوائز جونیر کالج نامپلی حیدرآباد

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر آنند راج ورما

پی ایچ۔ڈی

قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارتِ ترقی انسانی وسائل

حکومتِ ہند

ویسٹ بلاک۔I، آر۔کے۔پورم، نئی دہلی۔110066

بہ اہتمام

شاخ جنوبی ہند۔حیدرآباد

Associate Text Book

Civics

For VIII Std.

By Mohd Shamsuddin

© قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، نئی دہلی

سنہ اشاعت : جنوری۔مارچ 2003 شک 1924

پہلا اڈیشن : 1100

سلسلۂ مطبوعات : 1020

قیمت : 25/-

کمپوزنگ : الاکرم گرافکس فون : 4073394 - 040

16-1-14/4 سعید آباد، حیدرآباد - 59

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان

ویسٹ بلاک-۱، آر-کے-پورم، نئی دہلی-110066

طابع : فہمی کمپیوٹرس اینڈ پرنٹرس، دین دنیا ہاؤس، جامع مسجد، دہلی-۶ فون نمبر 23280644

پیش لفظ

نصابی کتابیں وقت پر فراہم کرنے کا معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ہمارے ہاں معاون نصابی مواد کی کمی ہے۔ فروغ اردو کے لیے اردو زبان و ادب اور اردو ذریعہ تعلیم کو باہم مربوط کرنے کے لیے نصابی اور معاون نصابی کتابوں کا ابتدائی سے اعلیٰ جماعتوں تک مناسب قیمت اور وقت پر دستیاب ہونا اشد ضروری ہے۔ قومی اردو کونسل نے منصوبہ بند طریقے سے اس مقصد کو حاصل کرنے کی پیہم کوشش کی ہے۔

معاون درسی کتب کی تیاری کا مقصد طلبہ کو ایسا مواد فراہم کرنا ہے جو نہ صرف ان کے شوقِ مطالعہ اور تجسس کی تسکین کا باعث ہو بلکہ نصابی مواد کی تفہیم اور مقابلہ جاتی امتحانوں کی تیاری میں بھی معاون ثابت ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے دو حصوں پر مبنی ایک مبسوط منصوبہ تیار کیا گیا۔ ایک حصے کے تحت آٹھویں سے دسویں جماعت تک طبیعیات، کیمیا، نباتیات، حیوانیات اور جدید ریاضی کی کتابیں تیار کی گئیں۔ منصوبے میں شامل مضامین کے لیے ایک ایسا جامع نصاب تیار کیا گیا جس میں بشمول سی.بی.ایس.ای. (CBSE) اور آئی.سی.ایس.ای. (ICSE) ملک کے ہر صوبے کے متعلقہ نصاب کو ملحوظ رکھا گیا تاکہ یہ کتابیں تمام ملک میں یکساں طور پر مفید ہوں اور طلبہ کو ان میں کسی قسم کی تشنگی محسوس نہ ہو۔ نیز یہ احساس ہو کہ ان کتابوں میں نہ صرف ان کے نصاب کا پورا پورا احاطہ کیا گیا ہے بلکہ دیگر کارآمد معلومات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ان کے مطالعے سے طلبہ کو آئندہ جماعتوں کے مشکل اور پیچیدہ اسباق سمجھنے میں بھی آسانی ہو۔ دوسرے حصے میں سماجی علوم جیسے تاریخ، جغرافیہ، علم شہریت، معاشیات اور کامرس کی کتابیں شامل ہیں۔ مذکورہ کتابوں کی تیاری کے لیے متعلقہ مضامین کے ماہرین پر مشتمل دو پینل تشکیل دیے گئے۔ یہ کام ڈاکٹر آنند راج ورما کی ادارت میں کونسل کی جنوبی ہند کی شاخ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ہمیں توقع ہے کہ یہ کتابیں اساتذہ اور طلبہ کے لیے یکساں طور پر مفید ثابت ہوں گی۔ علاوہ ازیں اردو ذریعہ تعلیم کی کڑیوں کو نہ صرف تسلسل عطا کریں گی بلکہ اسے زیادہ مفید اور موثر بنانے میں بھی ممد ثابت ہوں گی۔ زیرِ نظر کتاب اسی منصوبے کے تحت شائع کی گئی ہے جسے بہتر سے بہتر بنانے میں ہر مثبت تجویز کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بھٹ
ڈائرکٹر
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارتِ ترقی انسانی وسائل، حکومتِ ہند، نئی دہلی

فہرست اسباق

سلسلہ نشان	عنوان	صفحہ نمبر
1۔	علم شہریت ایک تعارف	1۔
2۔	جمہوریت	13
3۔	اشتراکیت۔حریت پسندی۔اشتمالیت۔انفرادیت پسندی فاشزم۔گاندھی ازم	38
4۔	شہریوں کے حقوق وفرائض	56
5۔	مقامی حکومت خوداختیاری	65
6۔	قومی یکجہتی	73
7۔	ہندوستانی سماج کو درپیش مسائل	79

سبق 1 علم شہریت ایک تعارف

1 ۔ سبق کا خاکہ
2 ۔ تمہید
3 ۔ سبق کا متن (علم شہریت کی تعریف و مفہوم)
3.1 ۔ علم شہریت کی اہمیت
3.2 ۔ علم شہریت کا دیگر سماجی علوم سے تعلق
3.2.1 ۔ علم شہریت اور تاریخ
3.2.2 ۔ علم شہریت اور معاشیات
3.2.3 ۔ علم شہریت اور سماجیات
3.2.4 ۔ علم شہریت اور اخلاقیات
3.3 ۔ شہریت
3.3.1 ۔ شہریت حاصل کرنے کے طریقے
3.3.2 ۔ شہریت کا تلف ہو جانا
3.3.3 ۔ شہری اور غیر ملکی باشندہ
3.3.4 ۔ فرد اور معاشرہ
4 ۔ سبق کا خلاصہ
5 ۔ فرہنگ اصطلاحات
6 ۔ نمونہ امتحانی سوالات
6.1 ۔ طویل جوابی سوالات
6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات
6.3 ۔ معروضی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ یہ جان سکیں گے کہ

- ☆ علم شہریت کا مفہوم کیا ہے۔
- ☆ شہریت کا دیگر علوم سے کیا تعلق ہے۔
- ☆ شہری اور غیر ملکی باشندوں میں فرق کیا ہوتا ہے۔
- ☆ شہریت کس طرح حاصل کی جاتی ہے۔

2 تمہید

علم شہریت کا مطالعہ انسانی زندگی کے لئے بے حد ضروری ہے اس علم کے ذریعے فرد کو سماجی، سیاسی اور معاشی زندگی کے اصولوں کی آگاہی ہوتی ہے اور سماجی زندگی کے تعلق سے اس کے خیالات میں وسیع النظری پیدا ہوتی ہے اور جمہوریت کا اصل مفہوم بھی سمجھ میں آتا ہے۔ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں جہاں قسم قسم کی بولیاں، تہذیبیں، مذاہب، ذاتیں موجود ہیں علم شہریت کے مطالعہ کی شدید ضرورت ہے۔

3 سبق کا متن (علم شہریت کی تعریف و مفہوم)

3.1 ۔ علم شہریت کی اہمیت

علم شہریت کا مطالعہ ماضی وحال ہر دور میں اہمیت کا حامل رہا ہے لیکن موجودہ دور میں سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی نے انسانی سوچ اور فکر کے دائرے کو وسعت دی ہے جس کا انسان جمہوری اقدار کو سمجھنے کے قابل ہوا ہے جس کی وجہ سے اقتدار شخصی حکمرانی کے ہاتھوں سے نکل کر عوام کے ہاتھوں میں آگیا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ عوام اور سیاسی جماعتوں فرد اور حکومت کے درمیان تعلقات بہت گہرے ہوگئے علم شہریت انہی تعلقات کو سمجھنے اور صحیح طریقے سے سنوارنے کا نام ہے۔

CIVICS ایک انگریزی لفظ ہے یہ دو لاطینی Latin الفاظ (شہر) CIVIS اور (شہری) CIVITAS سے لیا گیا ہے چونکہ یہ علم شہر اور شہریوں سے متعلق ہے اس لئے اس کو شہریت کہا گیا۔

انسان ایک سماجی حیوان ہے(Man is a Social animal) کیونکہ وہ تنہا نہیں رہ سکتا اس لئے اپنی سماجی ضروریات کی تکمیل کی خاطر وہ خاندان معاشرہ، مملکت اور بین الاقوامی اداروں کی تشکیل کرتا ہے اور علم شہریت میں انہی

اداروں اور فرد کے تعلقات کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

شہریت میں اس امر کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ انسان کی سماجی زندگی کو کس طرح بہتر بنایا جائے اس مضمون کی وسعت ان تمام حالات کا احاطہ کرتی ہے جن میں رہ کر انسان ایک خوشگوار اور ترقی پسند معاشرے کی تشکیل کر سکے۔

مختلف مفکرین نے مختلف انداز میں علم شہریت کی تعریف کی ہے پروفیسر ڈاملے کے مطابق

> "شہریت شہری زندگی کی اس بہترین صورت حال کا علم ہے جو ایک شہری کو اپنے شہر اپنے ملک اور انسانی معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے حاصل ہے۔"

" Civics is the study of activities of citizens in their relation to state and society as a whole " - Damle

پروفیسر وائٹ کے الفاظ میں

> "شہریت، شہری کے حال، ماضی اور مستقبل کی زندگی سے متعلق ان تمام امور کا علم ہے جو مقامی اور بین الاقوامی سرگرمیوں سے تعلق رکھتے ہیں"۔

" Civics is the Subject that deals with every thing pertaining to citizenship - past , present, future local, national and human " S.H.White

علم شہریت ایک سماجی علم ہے جس میں شہریوں کے حقوق و فرائض اور ان کے دیگر اداروں سے تعلقات کا مطالعہ کیا جاتا ہے ڈاکٹر اے کے سین کے خیال میں

"شہریت وہ مضمون ہے جس میں فرد مملکت کے شہری اور دوسرے اداروں کے رکن کی حیثیت سے زیر بحث آتا ہے"۔

" Civics is a subject which studies man as a citizen of the state primarily and as a member ofother organisations". Dr.A.K.Sen

اس طرح شہریت وہ مضمون ہے جس میں فرد کے حقوق و فرائض مختلف سماجی اداروں سے اسکے تعلقات، اس کی موجودہ سرگرمیاں ماضی سے ان کے تعلق اور مستقبل کے لئے ان کی بہتر سے بہتر صورت حال پر بحث کی جاتی ہے تاکہ ایک بہتر معاشرے، مملکت اور عالمی برادری کی بنیاد ڈالی جاسکے۔

علم شہریت کی اہمیت

علم شہریت کی بدولت فرد کو سماجی، سیاسی اور معاشی زندگی کے اصولوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور یہ واقفیت اسکی شخصیت و کردار کی اعلیٰ خطوط پر تربیت میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ شہریت کا مطالعہ فرد کو معاشرتی زندگی میں اسکے حقوق و فرائض سے روشناس کراتا ہے جس سے سماجی زندگی کے تعلق سے اس کے خیالات میں وسیع النظری پیدا ہوتی ہے

شہریت وہ علم ہے جس کے مطالعے سے انسان ماضی وحال کی روشنی میں اپنے مستقبل کے بارے میں منصوبے بناتا ہے جہاں وہ ایک بہتر اور پر سکون زندگی بسر کر سکے۔ اس مضمون کے مطالعے سے فرد کو حکومت کے نظم و نسق کے بارے میں واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

علم شہریت کی وجہ سے ہی فرد جمہوریت کا اصل مفہوم سمجھ سکتا ہے، اس مضمون کا مطالعہ انسان میں اخوت، تعاون، رواداری، انصاف اور حب الوطنی جیسی خوبیاں پیدا کرتا ہے۔

ہندوستان جیسے ملک میں عوام کے لئے شہریت کا مطالعہ نہایت ضروری ہے کیونکہ ایک طرف تو ہمارا ملک مختلف مذاہب اور تہذیبوں کا گہوارہ ہے تو دوسری طرف ہمارے عوام میں ناخواندگی بہت زیادہ ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے ملک کی جمہوریت کو پائداری حاصل نہیں ہوتی۔ جب تک ہندوستانی عوام سیاسی، شہری اور سماجی زندگی کے اصولوں سے واقف نہ ہوں اور چھوت چھات ذات پات وغیرہ جیسی لعنتیں ختم نہ ہوں ملک کی ترقی بہت مشکل ہے۔

علم شہریت کا مطالعہ صرف ایک قوم اور ملک کی حد تک محدود نہیں رہتا اس سے اقوام عالم کے درمیان اخوت اور ہم آہنگی کے احساسات بیدار کرنے کا کام لیا جاسکتا ہے۔

شہریت کے مطالعے سے ہمیں مختلف سیاسی لوازمات جیسے آزادی' مساوات انصاف، قانون وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں اور انسانی زندگی کے لئے ان کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ آج فرد اپنے شہر اور مملکت کا ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کا شہری citizen of the world ہے اس لئے شہریت کا علم اسے دنیا کے مختلف اداروں اور خدمات سے واقفیت کراتا ہے۔

3.2 ۔ علم شہریت کا دیگر سماجی علوم سے تعلق

علم شہریت کے ساتھ تاریخ، معاشیات، سماجیات اور اخلاقیات جو دیگر سماجی علوم ہیں شہریت سے انکا تعلق بہت گہرا ہے۔

3.2.1 ۔ علم شہریت اور تاریخ (History & Civics)

تاریخ دراصل ماضی کا مطالعہ ہے یہ گزرتے ہوئے واقعات کا علم ہے اس سے ہمیں گزرے ہوئے دور کے واقعات کا علم ہوتا ہے تاریخ کو سماجی علوم کی تجربہ گاہ بھی کہا گیا ہے (History is called Laboratory of social sciences)۔ سابقہ تجربات اور معلومات کی روشنی میں جو نتائج اخذ کئے جاتے ہیں ان پر حال اور مستقبل کی تعمیر کھڑی کی جاتی ہے۔ تاریخ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے انسان زندگی کے مختلف شعبوں میں کن مراحل سے گزر کر موجودہ دور تک پہنچا ہے۔ تاریخ کے مطالعے کی بدولت آج کا انسان ماضی کے انسان کی کوششوں سے مستفید ہوتا ہے اور ان خامیوں سے سبق حاصل کرتا ہے۔ تاریخ کے ذریعے سے مختلف سماجی سیاسی ثقافتی اداروں کی سرگرمیوں کے آغاز، ارتقاء، انجام اور زوال کا پتہ چلتا ہے جس سے انسانی تجربات میں اضافہ ہوتا ہے اور انہی تجربات کی روشنی میں ان کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔

تاریخی واقعات شہریت کی رہنمائی کرتے ہیں، تاریخ سے ہمیں بہت سی باتوں کا پتہ چلتا ہے تاریخ گزرے ہوئے واقعات پر مبنی ہوتی ہے اور شہریت ایک بہتر سماجی زندگی کے لئے ایک منظم علم ہے۔

تاریخ اور شہریت کا رشتہ اٹوٹ ہے دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ایک سکہ کے دو رخ ہیں جسکو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا سیلی کہتا ہے کہ

> "شہریت، تاریخ کے بغیر کوئی بنیاد نہیں رکھتی اور تاریخ، شہریت کے بغیر ثمر آور نہیں رہتی"۔

Civics withou t History has no root History without Civics has no fruit- Prof.Seely

3.2.2 ۔ علم شہریت اور معاشیات (Civics & Economics)

معاشیات انسانی زندگی کا سب سے اہم پہلو ہے اس علم میں انسان کی معاشی جدوجہد 'دولت پیداوار خرچ تقسیم اور معاشی وسائل کے تبادلہ کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ فرد اور معاشرہ کی خوشحالی معاشی منصوبہ بندی پر منحصر ہوتی ہے۔

معاشیات اور شہریت میں قریبی تعلق پایا جاتا ہے کسی بھی ملک کے معاشی مسائل کا حل اسکی ترقی کا سبب بنتی ہے لیکن اسکا انحصار ملک کے سیاسی استحکام پر ہوتا ہے اور سیاسی مسائل کا حل معاشی مسائل کے حل پر منحصر ہوتا ہے اور سیاسی مسائل کو حل کرنے میں سماجی شعور بڑا اہم رول ادا کرتا ہے اس طرح معاشیات کا دارومدار ایک طرف شہریت پر ہے تو دوسری طرف سیاسیات پر جس ملک میں غربت وافلاس عام ہو لوگ غربی کی سطح سے نیچے زندگی گزارتے ہوں اگر عوام اپنے معاشی مسائل میں گھرے ہوں تو ظاہر ہیکہ وہ سیاسی امور میں بہت کم دلچسپی لیں گے معاشی مسائل کا حل ایک منظم حکومت میں ہوتا ہے۔ اس طرح شہریت کی کامیابی کے لئے معاشی خوشحالی نہایت ضروری ہے۔

لہذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شہریت اور معاشیات کا تعلق بہت گہرا ہے اور ان کو آسانی سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

3.2.3 ۔ علم شہریت اور سماجیات (Civics & Sociology)

سماجیات کو تمام سماجی علوم کی ماں(mother) کہا جاتا ہے سماجیات معاشرے کی سائنس کے اصولی مطالعے کا نام ہے اس میں معاشرتی اداروں کی ابتداء ارتقاء و تنظیم سے بحث ہوتی ہے اس میں سماجی زندگی کے تمام پہلو شامل ہیں اس کے برخلاف شہریت میں انسان کی صرف سماجی زندگی پر بحث کی جاتی ہے اس طرح شہریت کو بجا طور پر سماجیات کا ایک شعبہ کہا جاسکتا ہے۔

تمام سماجی علوم بنیادی طور پر سماجیات سے وابستہ رہتے ہیں اس سے شہریت کو مختلف معاشرتی اداروں کی ابتداء و ارتقاء کا تفصیلی علم حاصل ہوتا ہے انہی اداروں میں خاندان معاشرہ و مملکت بھی شامل ہیں سماجیات شہریت کے لئے بہت سودمند ہوتی ہے۔ اس طرح شہریت اور سماجیات کا تعلق ایک دوسرے سے بہت نزدیک کا ہے۔

3.2.4 ۔ علم شہریت اور اخلاقیات (Civics & Ethics)

شہریت کی طرح اخلاقیات(Ethics) بھی ایک سماجی علم ہے یہ انسان کے کردار اور فرائض کا علم ہے۔ یہ علم انسان کو انسان بناتا ہے اور اسے نیکی کی تلقین کرتا ہے اچھائی یا برائی میں تمیز پیدا کرواتا ہے جس کا معاشرہ پر خوشگوار اثر پڑتا

ہے۔ یہ علم اخلاقیات دیانت داری ایمانداری 'سچائی 'وغیرہ کی تعلیم دیتا ہے جو فرد کی خانگی اور معاشرتی زندگی کی کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ یہ خوبیاں افراد ہی کے لئے نہیں بلکہ سماجی اور معاشی اداروں کی کامیابی کے لئے بھی ضروری ہیں سماجی معاشی سیاسی اور ثقافتی ادارے چند اخلاقی بنیادوں پر ہی اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکتے ہیں جو معاشرہ یا افراد اخلاقی اصولوں کے تقاضے پر پورے نہیں اترتے ان کا شیرازہ جلد ہی بکھر جاتا ہے۔ مملکت انہی اخلاقی قواعد کے پیش نظر قوانین کی تشکیل کرتی ہے۔

شہریت اور اخلاقیات کا مقصد ایک ہی ہے شہریت یہ چاہتی ہے کہ فرد اور مملکت شرافت کے اصولوں پر چل کر ایک بہترین معاشرے کی تشکیل کریں سیاست اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب سیاستدانوں کے دل میں انسانیت کا احترام ہو۔

اخلاقیات انسان کے کردار کی اصلاح کرتے ہیں جبکہ شہریت انسان کے بیرونی امور کا سدھار کرتی ہے اس طرح دونوں علوم کا مقصد مشترک ہے کسی مفکر نے کہا ہے کہ

"جو چیز اخلاقی لحاظ سے غلط ہو سیاسی لحاظ سے صحیح نہیں ہو سکتی"۔

"What is morally wrong can never be politically right"

3.3 ۔ شہریت (Citizenship)

شہریت کا مطلب فرد کو کسی ملک میں اپنے اور حکومت کی جانب سے چند حقوق دئے جانا ہے جہاں کسی بھی شہری کو چند حقوق حاصل ہوتے ہیں وہیں اس پر چند ذمہ داریاں بھی عائد کی جاتی ہیں مختصراً کسی ملک کا شہری وہ فرد ہوتا ہے جسکو چند حقوق دئے جاتے ہیں اور اسکے ذمہ چند فرائض بھی ہوتے ہیں شہری کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ ملک و قوم کی حفاظت کی ذمہ داری لے۔

شہریت مملکت میں فرد کی رکنیت کو ظاہر کرتی ہے جدید دور میں شہریت کی بنیاد تعمیری اصولوں پر ہوتی ہے۔ اور ایک شہری مملکت میں کئی ایک سماجی اداروں کا رکن ہوتا ہے۔

3.3.1 ۔شہریت حاصل کرنے کے طریقے

(Methods of Acquiring Citizenship)

فرد کو اپنی زندگی بہتر گزارنے کے لئے کسی نہ کسی مملکت کی شہریت حاصل کرنا لازمی ہوتا ہے شہریت حاصل کرنے کا مطلب ہے کہ شہری کی ذمہ داری بڑی حد تک حکومت قبول کر لیتی ہے اور اس کو چند حقوق حاصل ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی اس پر ذمہ داریاں بھی عائد ہو جاتی ہیں۔

شہریت دو قسم کی ہوتی ہے(1) پیدائشی شہریت by birth(2) اختیار کی ہوئی شہریت by Adoption۔ پیدائشی شہریت وہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ملک میں پیدا ہوتا ہے تو اسے خود بخود اس ملک کی شہریت حاصل ہوتی ہے۔ پیدائشی شہریت بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔

خون کے رشتوں کی بنیاد پر شہریت کا حصول (Jus Sanguinis) اس طریقہ میں بچہ کی شہریت اسکے ماں باپ کی شہریت کے مطابق ہوتی ہے اگر ماں باپ کا تعلق ہندوستان سے ہے تو بچہ بھی ہندوستانی ہوگا۔

جائے پیدائش کی بنیاد پر شہریت کا حصول(Jus Soli) اس طریقہ میں بچہ جس ملک میں پیدا ہو اسکو وہاں کی شہریت حاصل ہوگی مثلاً ایک ہندستانی جوڑے کو اگر جرمنی میں بچہ پیدا ہو تو بچہ کی شہریت جرمن ہوگی۔

ہندوستان، برطانیہ اور امریکہ میں پیدائش وخون کے رشتوں دونوں کی بنا پر شہریت عطا کی جاتی ہے۔

اختیار کی ہوئی شہریت(Acquired Citizenship) بعض ممالک غیر ملکیوں کو اپنی جانب سے عائد کی گئی چند شرائط کی پابندی کی بناء پر شہریت عطا کرتے ہیں اور چند ممالک میں یہ اصول بھی ہے کہ اگر غیر ملکی باشندے ایک مخصوص مدت تک ان ممالک میں مقیم رہیں تو یہ وہاں کی شہریت اختیار کر سکتے ہیں۔ بعض شہری اپنے ملک کی شہریت ترک کر کے کسی دوسرے ملک کی شہریت کے حصول کی درخواست کرتے ہیں اب یہ اس ملک پر منحصر ہے کہ انھیں شہریت عطا کرے یا نہ کرے بعض ممالک میں جب غیر ملکی افراد کسی مستقل حکومتی خدمت پر مامور رہتے ہیں یا اپنی غیر منقولہ جائداد رکھتے ہیں یا وہاں کی عورت سے شادی کر لیتے ہیں تو بھی انھیں ان ممالک میں شہریت عطا کی جاتی ہے۔

اختیار کی ہوئی شہریت مکمل بھی ہو سکتی ہے یا جزوی یعنی جب کسی غیر ملکی باشندے کو اس ملک کے دوسرے شہریوں کے ساتھ مساوی حقوق و مراعات حاصل ہوتے ہیں تو یہ مکمل شہریت کہلاتی ہے اسکے برخلاف اگر کسی شخص کو صرف چند حقوق حاصل ہوں تو یہ جزوی شہریت کہلاتی ہے۔

شہریت اختیار کرنے کا ایک اور اصول ضم کی ہوئی شہریت کا ہے کسی شکست خوردہ ملک کے شہریوں کو یہ موقع دیا جاتا ہے کہ وہ فاتح ملک کی شہریت حاصل کر لیں مثلاً گوا دمن اور دیو کے ہندوستان میں شامل ہو جانے کے بعد وہاں کے

شہریوں کو ہندوستانی شہریت دی گئی۔

3.3.2 ۔ شہریت کا تلف ہونا (Loss of Citizenship)

شہریت برقرار رہنے کیلئے چند شرائط ضروری ہیں:

اگر کوئی شخص اپناملک چھوڑ کر دوسرے ملک کی شہریت اختیار کرے تو وہ اپنے ملک کی شہریت کھودیگا۔ وہ خواتین جو غیر ملکیوں سے شادی کر کے ترک وطن کر جاتی ہیں تو ان کے ملک کی شہریت ختم کر دی جاتی ہے اسکے علاوہ ملک دشمن افراد کی شہریت بھی ختم کر دی جاتی ہے۔

3.3.3 ۔ شہری اور غیر ملکی باشندہ (Citizen & Alien)

کسی ملک کے شہری وہ ہوتے ہیں جنھیں چند حقوق حاصل ہوتے ہیں جن پر چند فرائض بھی عائد ہوتے ہیں جبکہ غیر ملکی باشندے وہ ہوتے ہیں جن کی شہریت کسی ملک کی ہو اور رہتے کسی اور ملک میں ہوں شہری اپنی مملکت میں مستقل طور پر رہتا ہے جب کہ غیر ملکی عارضی طور پر دوسرے ملک میں قیام کرتا ہے شہری اپنی مملکت کا وفادار ہوتا ہے جبکہ غیر ملکی باشندے اسی ملک کے وفادار اور خیر خواہ ہوتے ہیں جس ملک میں وہ رہتے بستے ہیں۔

شہریوں کو سیاسی اور معاشرتی دونوں قسم کے حقوق حاصل ہوتے ہیں جبکہ غیر ملکی باشندوں کو صرف شہری یا معاشرتی حقوق ملتے ہیں انہیں اسی مملکت کی مرضی اور منشاء کے مطابق زندگی بسر کرنی پڑتی ہے جس میں وہ رہتے ہیں اس طرح غیر ملکیوں کو شہریوں کی بہ نسبت کم حقوق اور آزادی حاصل ہوتی ہے۔ شہریوں کو حکومتی امور میں حصہ لینے ووٹ ڈالنے وغیرہ کا حق حاصل رہتا ہے مگر غیر ملکیوں کو اس طرح کے حقوق حاصل نہیں ہوتے اور وہ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ بھی نہیں لے سکتے۔ ایسے اشخاص کو جنھیں حکومت مختلف عہدوں جیسے سفیر، ہائی کمشنر، سفارت خانے کے دوسرے عہدہ دار وغیرہ نامزد کرتی ہے جس ملک میں وہ مقیم ہوں وہاں ان کو مخصوص مراعات دیجاتی ہیں میزبان ملک کسی جرم کے تحت انھیں گرفتار کرنے اور سزا دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔

مملکت میں شہریوں کو جہاں حقوق حاصل ہوتے ہیں وہاں ان پر فرائض بھی عائد ہوتے ہیں۔ غیر ملکیوں کے بھی چند فرائض ہوتے ہیں جن کو پورا کرنا ان کا فرض ہے۔

3.3.4 ۔ فرد اور معاشرہ

فرد سماج کے بغیر اپنی زندگی نہیں گزار سکتا اور یہ سماج سے مختلف فائدے حاصل کرتا ہے فرد اور سماج کے تعلق

سے دو مکتب خیال نے اپنی مختلف رائے ظاہر کی ہے پہلے مکتب خیال کے مطابق فرد سے زیادہ سماج کی اہمیت ہے اور دوسرے مکتب خیال نے یہ رائے ظاہر کی ہےکہ سماج میں فرد کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

ارسطو، ہابس روسیو وغیرہ پہلے خیال کے حامی ہیں ان کے مطابق فرد سماج کاایک حصہ ہوتا ہے اس طرح وہ سماج کو انسانی جسم قرار دیتے ہیں جبکہ فرد کوایک عضو بتاتے ہے افراد کا وجود سماج سے ہے اور ان کی ترقی سماج ہی میں مضمر ہے کیونکہ فرد تنہا، اور آزاد زندگی نہیں گزار سکتا سماج سے اس کو مختلف قسم کی مراعات حاصل ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ اپنی شناخت برقرار رکھ سکتا ہے۔ بغیر سماج کے وہ اپنی مخفی صلاحیتوں کو واضح نہیں کر سکتا۔

اسکے برخلاف مفکرین جیسے جے۔ ایس۔ مل (J.S.Mill) جان لاک (Locke)، بنتھم (Bentham) جو دوسرے مکتب خیال کے حامی ہیں ان کے نزدیک فرد کی بہت زیادہ اہمیت ہے ان کے خیال میں سماج افراد کا مجموعہ ہوتا ہے، اور اسکا وجود افراد پر ہی ہوتا ہے سماج کی فلاح افراد کے خوشگوار تعلقات پر منحصر ہوتی ہے۔

اس طرح سماج افراد کی صحیح کوششوں پر ہی قائم رہ سکتا ہے۔

4 سبق کا خلاصہ

علم شہریت کا مطالعہ ماضی وحال ہر دور میں اہمیت کا حامل رہا ہے۔

شہریت (Civics) کا علم شہر اور شہریوں سے متعلق ہے اسلئے اس کو شہریت کہا جاتا ہے۔ انسان سماج میں ہی زندہ رہ سکتا ہے اور اپنی سماجی ضرورت کی تکمیل سماج ہی میں رہ کر مکمل کرتا ہے، خاندان معاشرہ مملکت وغیرہ ایسے ادارے ہیں جن کے بارے میں علم شہریت میں بحث کی جاتی ہے۔

شہریت میں اس امر کا مطالعہ کیا جاتا کہ انسان کی سماجی زندگی کو کس طرح بہتر بنایا جائے۔ علم شہریت کی بدولت فرد کو سماجی سیاسی اور معاشی زندگی کے اصولوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اس علم کے ذریعے وہ ماضی کی روشنی میں اپنے مستقبل کے بارے میں منصوبے بناتا ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں شہریت کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

علم شہریت ایک سماجی علم ہے اس طرح اس کا دوسرے سماجی علوم جیسے معاشیات، سماجیات، تاریخ اور اخلاقیات وغیرہ سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ ان علوم کے مطالعہ کے بغیر علم شہریت کا مفہوم ادھورا رہ جاتا ہے۔ ان تمام علوم کا تعلق علم شہریت سے گہرا ہوتا ہے۔

شہریت (Citizenship) کا مطلب کسی فرد کو ملک میں رہنے اور حکومت کی جانب سے چند حقوق عطا کرنے اور چند فرائض کا عائد کرنا ہے شہریت حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہیں جیسے پیدائشی شہریت اور اختیار کی ہوئی شہریت وغیرہ۔

شہری اور غیر ملکی باشندوں میں فرق یہ ھیکہ شہری اپنے ملک کا وفادار ہوتا ہے اسکو معاشرتی اور سیاسی حقوق حاصل رہتے ہیں جبکہ غیر ملکی کو صرف معاشرتی حقوق حاصل ہوتے ہیں وہ سیاسی معاملات میں اپنے خیالات کا اظہار بھی نہیں کر سکتا۔

فرد اور سماج کے تعلق سے دو مکتب خیال ہیں۔ پہلا مکتب سماج کی اہمیت بتاتا ہے جبکہ دوسرا مکتب خیال اس بات کا حامی ہے کہ فرد ہی کے وجود سے سماج کا وجود ہے۔

5 فرہنگ اصطلاحات

Aristotle	(ارسٹوٹل)	ارسطو	مشہور یونانی مفکر
Alien	(الاین)	غیر ملکی باشندہ	وہ شخص جو کسی ملک کا شہری ہوتا ہے لیکن عارضی طور پر دوسرے ملک میں مقیم رہتا ہے۔
Ethics	(ایتھکس)	اخلاقیات	اخلاق اور کردار کا مطالعہ
History	(ہسٹری)	تاریخ	ماضی کا مطالعہ
Hobbes, Locke & Benthem	(ہابس، لاک، بنتھم)	ہابس، لاک، بنتھم	مشہور مفکرین و مصنفین
Patriotism	(پاٹریوازم)	حب الوطنی	اپنے وطن سے محبت کرنا
Rights & Duties	(رائٹس اینڈ ڈیوٹیز)	حقوق و فرائض	فرد کو حکومت کی جانب سے چند حقوق عطا کئے جاتے ہیں جن کی مدد سے وہ اپنی شخصیت کو بڑھا سکتا ہے اور ساتھ ہی اس پر چند ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔
Rousseau	(روسیو)	روسیو	فرانسیسی مفکر
Social Animal	(سوشیل اینمل)	سماجی حیوان	انسان کو سماجی حیوان کہا گیا ہے کیونکہ یہ سماج کے بغیر اپنی زندگی نہیں گزار سکتا

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 ۔ طویل جوابی سوالات

1) ۔ علم شہریت کی تعریف کیجئے۔ اور اس کی اہمیت واضح کیجئے ؟
2) ۔ علم شہریت کا تعلق دیگر سماجی علوم سے بتایئے؟
3) ۔ شہریت کسے کہتے ہیں اور اسکو حاصل کرنے کے طریقے بتایئے؟
4) ۔ شہری اور غیر ملکی میں فرق واضح کیجئے؟
5) ۔ فرد اور معاشرہ کے تعلق سے اپنی رائے کا اظہار کیجئے۔

6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات

1) ۔ علم شہریت کی اہمیت۔
2) ۔ تاریخ اور علم شہریت۔
3) ۔ شہریت اور اخلاقیات۔
4) ۔ شہریت کی قسمیں۔
5) ۔ شہری کے حقوق و فرائض بیان کیجئے۔

6.3 ۔ معروضی سوالات

1) ۔ CIVIS اور CIVITAS .... زبان کے الفاظ ہیں۔
2) ۔ ارسطو ایک مشہور .... مفکر گزرا ہے۔
3) ۔ انسان ایک .... ہے۔
4) ۔ تاریخ کو سماجی علوم کی .... کہتے ہیں ۔
5) ۔ ساجیات کو سماجی علوم کی .... کہتے ہیں ۔
6) ۔ غیر ملکی باشندوں کو................................ حقوق حاصل نہیں ہوتے۔ (سماجی ۔ سیاسی)
7) ۔ "شہریت ، شہری زندگی کی بہترین صورتحال کا علم ہے" کس نے کہا۔ (ڈاطے ۔ وائٹ)
8) ۔ ہندوستان میں.................................. حکومت قائم ہے۔ (شاہی ۔ جمہوری)
9) ۔ .... میں دولت کمانے کے طریقوں سے بحث کی جاتی ہے۔
(اخلاقیات ۔ معاشیات)
10) ۔ (Jus sanguinis) کا مطلب .... ہے۔ (خون کا رشتہ ۔ جائے پیدائش)

☆☆☆

☆☆

☆

سبق 2 جمہوریت

DEMOCRACY

1 ۔ سبق کا خاکہ
2 ۔ تمہید
3 ۔ سبق کا متن
3.1 ۔ جمہوریت معنی و مفہوم و تعریف
3.1.1 ۔ جمہوریت کی کامیابی کے لیے شرائط
3.1.2 ۔ جمہوریت کی خوبیاں اور خامیاں
3.1.3 ۔ جمہوریت کا مستقبل
3.1.4 ۔ جمہوری حکومتوں کی قسمیں۔پارلیمانی حکومت۔صدارتی حکومت
3.2 ۔ عالمی بالغ رائے دہی
3.2.1 ۔ سیاسی جماعتیں
3.2.2 ۔ سیاسی جماعتوں کے فرائض اور ان کا کردار
3.3 ۔ رائے عامہ
3.3.1 ۔ رائے عامہ کے اظہار کی ایجنسیاں
3.4 ۔ راست جمہوریت
3.4.1 ۔ راست جمہوریت کے طریقے۔رائے طلبی، پیش قدمی، باز طلبی۔
استصواب عامہ
3.5 ۔ نمائندہ جمہوریت
3.5.1 ۔ نظریات نمائندگی
3.5.2 ۔ تناسبی نمائندگی، ہیر طریقہ، فہرستی طریقہ
4 ۔ سبق کا خلاصہ
5 ۔ فرہنگ اصطلاحات
6 ۔ نمونہ امتحانی سوالات
6.1 ۔ طویل جوابی سوالات
6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات
6.3 ۔ معروضی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ یہ بتا سکیں کہ

- ☆ جمہوریت سے کیا مراد ہے۔
- ☆ جمہوریت کی کامیابی کے لئے کیا شرائط ہیں۔
- ☆ جمہوریت کی خوبیاں اور خامیاں کیا ہیں۔
- ☆ پارلیمانی و صدارتی طرز حکومت کیا ہیں۔
- ☆ عالمی بالغ رائے دہی سے کیا مراد ہے۔
- ☆ سیاسی جماعتیں کسے کہتے ہیں اور ان کا رول جمہوریت میں کیا ہوتا ہے۔
- ☆ رائے عامہ سے کیا مراد ہے۔
- ☆ راست جمہوریت سے کیا مراد ہے اور اسکے مختلف طریقے کیا ہیں۔
- ☆ نمائندہ جمہوریت کسے کہتے ہیں۔
- ☆ تناسبی نمائندگی، ہیر طریقہ اور فہرستی طریقہ کیا ہے۔

2 تمہید

موجودہ صدی جمہوری حکومتوں کی صدی کہلاتی ہے ۔ جمہوری حکومتوں کا رواج ماضی میں بھی ملتا ہے ۔ جمہوریت ان ممالک میں کامیاب طریقے سے چلائی جاسکتی ہے جہاں لوگ زیادہ پڑھے لکھے اور سیاسی شعور رکھتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھا گیا ہے ناخواندہ ممالک جنکی اکثریت دنیا میں موجود ہے ان ممالک نے بھی جمہوری طرز حکومت اپنایا ہے اور کوشش اس بات کی کی جارہی ہے کہ یہی طرز حکومت چلتی رہے کیونکہ ماضی میں مختلف قسم کی حکومتوں کا زوال ہم دیکھ چکے ہیں اس طرح جمہوریت کا ہی ایک راستہ باقی رہ گیا ہے۔

رائے عامہ، سیاسی جماعتیں، بالغ رائے دہی وغیرہ جمہوریت کے اہم حصے ہیں اور جمہوریت کی بنیاد انہی پر قائم ہے۔

3 سبق کا متن

موجودہ صدی جمہوری حکومتوں کی صدی کہلاتی ہے یہ عام طور پر خیال کیا گیا ہیکہ ترقی پذیر معاشرہ میں جمہوریت کے ذریعے آزادی، مساوات اور سماجی انصاف کے لئے بہتر راہ ہموار ہوسکتی ہے۔ آسان الفاظ میں جمہوریت وہ طرز

حکومت ہے جسکو عوام کی اکثریت قبول و منظور کرتی ہے۔ جمہوری حکومتوں کی جڑیں ماضی میں بھی ملتی ہیں۔

انگریزی لفظ "DEMOCRACY" یونانی زبان کے دو لفظوں "DEMOS" اور "KARATIA" سے ملکر بنا ہے "DEMOS" یونانی زبان میں "عوام" اور "KARATIA" کو طاقت کہتے ہیں اس طرح ڈیموکریسی کے معنی عوامی اقتدار اور طاقت کے ہیں۔

3.1 ۔ جمہوریت کے معنی و مفہوم و تعریف (Definitions)

جمہوریت کے معنی و مفہوم آسان نہیں ہیں کیونکہ جمہوریت محض ایک طرز حکومت کا نام ہی نہیں بلکہ یہ سماجی زندگی کی قسم ہے اور ایک عظیم اخلاقی نصب العین ہے کیوں کہ یہ انسانوں کو ان کی اصلیت سے روشناس کراتی ہے۔ مختلف مفکرین نے جمہوریت کی تعریف مختلف انداز میں کی ہے پروفیسر سیلی (Prof Seeley) کے مطابق

> "جمہوریت حکومت کی وہ شکل ہے جس میں ہر شخص کا حصہ ہوتا ہے"۔

According to Seeley " Democracy is a Govt. is which every body has a share "

سب سے عام فہم اور بہتر تعریف صدر ابراہام لنکن نے کی اسکے مطابق

> "جمہوریت ایک ایسی حکومت ہے جو عوام کی ہوتی ہے، عوام کے لئے ہوتی ہے اور عوام ہی کے ذریعے چلائی جاتی ہے"

Lincoln says " Democracy is a Govt. of the people, for the people and by the people ."

ان تعریفات کے پیش نظر یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ کوئی بھی مملکت (state) جمہوری مملکت صرف اس وقت

کہلاتی ہے جب اس کا اقتدار اسکے تمام شہریوں کے ہاتھ میں ہوتا ہو اور حکومت بدلنے کا پورا پورا اختیار بھی انہیں کو حاصل ہوتا ہے لارڈ برائس (Bryce) نے مختصر انداز میں جمہوریت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ

> "حکومت کی ایسی قسم ہے جس میں مملکت کی حکمرانی کسی ایک مخصوص طبقے کے ہاتھ میں نہیں ہوتی بلکہ مجموعی طور پر پوری قوم کے ہاتھ میں ہوتی ہے"۔

3.1.1 ۔ جمہوریت کی کامیابی کے لیے شرائط

(Conditions for the success of Democracy)

موجودہ دور میں جمہوریت کو ایک بہترین نظام حکومت سمجھا گیا ہے لیکن اس کی کامیابی کے لئے حسب ذیل شرائط ہیں یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جمہوریت کی کامیابی کا بڑا انحصار عوام کی فعالیت (Dynamism) پر ہے۔

- ☆ عوام کا چوکس اور ہوشیار رہنا۔
- ☆ عوام میں اچھے شہری کی خصوصیات کا پایا جانا۔
- ☆ عوام میں جمہوریت کا تصور پایا جانا۔
- ☆ اقلیت کو چاہئے کہ وہ اکثریت کا احترام کرے اور اسی طرح اکثریت کو چاہئے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کا احترام کرے۔
- ☆ عوام کو اپنے مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے مناسب مواقع فراہم ہوں۔
- ☆ آزاد عدلیہ، غیر مرکزیت اور ایک مضبوط مقامی حکومت جمہوریت کے لیے نہایت ضروری ہیں۔
- ☆ جماعتی نظام بہتر ہو۔
- ☆ عوام کو چاہئے کہ وہ قومی ترقی اور قومی یکجہتی کے لئے ملکر کام کریں۔

3.1.2 ۔ جمہوریت کی خوبیاں اور خامیاں

(Merits and De-merits of Democracy)

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ جمہوریت نہ صرف ایک نظام حکومت ہے بلکہ ایک طرز زندگی بھی ہے اس میں کئی خوبیاں ہیں جن میں چند حسب ذیل ہیں

1 ۔ مفاد عامہ

دوسری طرز حکومتوں کی بہ نسبت جمہوری حکومت میں عوام کی بھلائی اور مفاد کا بہتر طور پر تحفظ کیا جاسکتا ہے۔اس میں عوام کے مفادات کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حکمران جماعت عوام ہی کی حمایت پر زندہ رہتی ہے برنارڈ شاہ کے لفظوں میں

> "جمہوریت ایسا سماجی نظام ہے جسکا مقصد ساری آبادی کی فلاح وبہبود کو ممکن بنانا ہوتا ہے۔"

2 ۔ شہریوں کی شخصیت کی نشوونما

جمہوریت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہیکہ وہ عام شہریوں میں خود اعتمادی، خودداری اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرتی ہے وہ ان کو آزادی اور حقوق عطا کرتی ہے۔ جمہوریت نہ صرف شہریوں کی مادی ضرورتیں پوری کرتی ہے بلکہ وہ ان کو آزادی بھی عطا کرتی ہیں تاکہ وہ اپنی فطری اور مخفی صلاحیتوں کو ترقی دے سکیں۔

3 ۔ امن پسندی

جمہوریت کی دوسری اہم خوبی یہ ہیکہ وہ دوسری حکومتوں کے مقابلے میں امن پسند ہوتی ہے اسمیں خوف وہراس کا ماحول نہیں ہوتا کیونکہ عوام کی اکثریت جنگ کو پسند نہیں کرتی اور شہریوں کو یہ حکومت چین اور سکون عطا کرتی ہے۔

4 ۔ انقلابوں کی روک تھام

جمہوریت میں انقلابوں کا امکان بہت کم رہتا ہے اگر عوام حکومت کی پالیسیوں سے مطمئن نہ ہوں تو وہ پرامن دستوری طریقے سے حکومت میں تبدیلی لاسکتے ہیں اس میں قتل وغارت گری کی نوبت نہیں آتی۔

5 ۔ حب الوطنی کے جذبے کو تقویت

جمہوریت شہریوں کے دلوں میں اپنے ملک سے محبت کا بے پناہ جذبہ پیدا کرتی ہے اور انہیں اس بات کا احساس دلاتی ہےکہ وہ حکومت کے کام کاج میں پورے طور سے حصہ دار ہیں۔ عوام ملک کی ترقی اور فائدے کو اپنی ترقی اور اپنا فائدہ سمجھتے ہیں۔

جمہوریت کی خامیاں (De-merits of Democracy)

جمہوریت میں حسب ذیل خامیاں پائی جاتی ہیں :

1 ۔ غیر کار کردلوگوں کی حکومت

جمہوریت میں علم قابلیت تجربہ اور تربیت کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی اس میں دوٹوں کو گنا جاتا ہے لیکن یہ نہیں دیکھا جاتا کہ جن لوگوں نے ووٹ دیا ہے انہیں خود سیاسی سمجھ بوجھ کتنی ہے۔اس میں لوگوں کے جذبات کو اکسانے والے شورش پسند افراد عوام کے لیڈر بن جاتے ہیں۔ عام لوگ بڑی جلدی ایسے لوگوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن جاتے ہیں اور اس طرح حکومت کی باگ ڈور نااہلوں کے ہاتھ آجاتی ہے۔

2 ۔ سست رفتار حکومت

جمہوریت پر دوسرا اعتراض یہ ہیکہ پیچیدہ اور نازک صورتحال میں جب فیصلے کی فوری ضرورت ہوتی ہے تو جمہوری حکومت میں قیمتی وقت بحث و مباحثہ میں ضائع کردیا جاتا ہے اور فیصلہ کرنے میں دیر ہو جاتی ہے۔

3 ۔ پارٹی بندی اور خرابیاں

جمہوریت سیاسی پارٹیوں کے بغیر ممکن نہیں اس طرح اصل سیاسی قوت لیڈروں کے ہاتھوں میں آجاتی ہے اور وہ ہر چیز کو پارٹی کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں اور ملک و قوم کے مفاد کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اقتدار پر آنے کے بعد وہ اہل اور قابل لوگوں کی جگہ اپنی پارٹی کے لوگوں کو 'خواہ وہ قابل ہوں یا نہ ہوں' بڑے بڑے اہم عہدے دیتے ہیں جسکی وجہ سے نظم و نسق بگڑ جاتا ہے۔

4 ۔ خرچیلی (Expensive) حکومت

جمہوری حکومت نہایت خرچیلی (Expensive) ہوتی ہے انتخابات منعقد کرانے پر حکومت کا بہت زیادہ روپیہ خرچ ہو جاتا ہے اسکے علاوہ پروپگنڈے میں بھی امیدواروں کی کافی رقم خرچ ہو جاتی ہے۔

5 ۔ کمزور حکومت

جمہوری حکومت کے خلاف ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہیکہ یہ بڑی ہی کمزور حکومت ہوتی ہے اور یہ قدم قدم پر صرف اکثریت کی مرضی اور خوشی کو دیکھتی ہے اور اسکے مطابق ہی کام کرتی ہے خواہ وہ کتنی ہی غلط اور نامناسب کیوں نہ ہو۔ وہ اقلیتوں کے جائز خواہشات کو نظرانداز کردیتی ہے۔

3.1.3 ۔ جمہوریت کا مستقبل (Future of Democracy)

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہیکہ موجودہ صدی جمہوری حکومتوں کی صدی ہے جمہوریت میں کئی خامیوں کے باوجود یہ ایک بہتر حکومت کے طور پر ابھری ہے لویل (Lowell) کے مطابق

> ''کوئی بھی طرز حکومت انسانی بیماریوں کے لئے اکسیر نہیں ہوتی''۔

موجودہ دور میں عوام پر یہ عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہیکہ وہ اچھے ڈھنگ سے جمہوری حکومت کو چلائیں ماضی میں جمہوریت کے علاوہ جو بھی حکومتیں قائم ہوئیں تھیں وہ تقریباً ناکام ہوگئی ہیں اور صرف اب جمہوریت ہی معاشی اور سماجی مساوات کو حاصل کرسکتی ہے۔ جمہوریت میں حب الوطنی (Patriotism) کا جذبہ پروان چڑھتا ہے کیونکہ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ یہ انکی اپنی حکومت ہے جمہوریت کی عمل آداری سے پہلے دنیا ہر طرز حکومت کے روپ دیکھ چکی ہے اور موجودہ دور میں ان کی دوبارہ واپسی ممکن نہیں اب عوام کی یہ بڑی ذمہ داری ھیکہ جمہوریت کی حمایت کریں اور اسکی کامیابی کے لئے راہ ہموار کریں جمہوریت کی کامیابی کا انحصار سیاسی رہنماؤں کی بہتر صلاحیتوں اور مثالی قیادت پر ہے کئی سیاسی مفکرین کے نزدیک جمہوریت کا نعم البدل ممکن نہیں۔

اس طرح جمہوریت کا مستقبل تعلیم، سیاسی سمجھ بوجھ، مثالی قیادت، جذبہ حب الوطنی وغیرہ پر منحصر ہے۔

3.1.4 ۔ جمہوری حکومتوں کی قسمیں

(Kinds of democratic Govts.)

عام طور پر جمہوریت کی دو اہم قسمیں مانی جاتی ہیں :

1۔ پارلیمانی جمہوری حکومت (Parliamentary Democracy)

2۔ صدارتی جمہوری حکومت (Presidential Democracy)

1 ۔ پارلیمانی جمہوری حکومت

یہ جمہوری حکومت کی وہ قسم ہے جس میں حقیقی انتظامیہ کابینہ(Cabinet) ہوتی ہے جو اپنے تمام کاموں کے لئے مقننہ (Legislature) کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے اور اس وقت تک بر سر اقتدار رہتی ہے جب تک ایسے مقننہ کے ایوان زیریں(Lower House) کی اکثریت کی تائید حاصل رہے اور اگر یہ ایوان کی تائید سے محروم ہو جائے تو اسے مستعفی ہونا پڑتا ہے اور دوبارہ انتخابات کرائے جاتے ہیں۔اس طرز حکومت میں جس پارٹی کو اکثریت کی تائید حاصل ہوتی ہے اسے حکومت بنانے کا موقع دیا جاتا ہے۔

اس طرز حکومت کی چند خصوصیات حسب ذیل ہیں :

1 ۔ اس حکومت میں اسکا سربراہ برائے نام صدر ہوتا ہے اور اسکے اختیارات بھی برائے نام ہوتے ہیں جیسا کہ برطانیہ میں ملکہ یا پھر ہندوستان میں صدر جمہوریہ۔

2 ۔ اس حکومت میں حقیقی انتظامیہ کابینہ ہوتی ہے۔اور حکومت کے اصل اختیارات اسکے ہاتھ میں ہوتے ہیں اس طرح اس حکومت میں وزیراعظم کی پوزیشن بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔

3 ۔ کابینہ ہمیشہ مقننہ کے سامنے اپنے کاموں اور پالیسیوں کیلئے جوابدہ اور ذمہدار ہوتی ہے اور یہ اس وقت تک برسر اقتدار ہوتی ہے جب تک اسکو مقننہ کی تائید حاصل ہو۔

4 ۔ کابینہ کے اراکین مقننہ کے ممبرس ہوتے ہیں اور یہ سب اکثریتی پارٹی کے ممبر ہوتے ہیں اور ایوان زیریں میں اکثریتی پارٹی کا لیڈر وزیراعظم بنتا ہے اور اسی کے مشورے سے صدر دوسرے وزراء کو مقرر کرتا ہے عملاً وزیر آعظم بہت طاقتور ہوتا ہے اور وہی حقیقی اختیارات کا حامل ہوتا ہے۔

پارلیمانی حکومت کی خوبیاں

دنیا کے اکثر ممالک میں پارلیمانی طرز حکومت رائج ہے اسکی خوبیاں حسب ذیل ہیں

1 ۔ اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہیکہ اسمیں مقننہ اور انتظامیہ کے درمیان مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے چونکہ کابینہ کے ممبرس مقننہ کے ممبرس ہوتے ہیں اس لئے حکومت کے یہ دونوں شعبے ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہوتے ہیں۔

2 ۔ پارلیمانی طرز حکومت کی دوسری بڑی خوبی یہ ہیکہ اسمیں حسب ضرورت تبدیلی آسانی سے کی جاسکتی ہے۔ اس طرح یہ ہنگامی صورتحال میں بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔

3 ۔ اس طرز حکومت کو صحیح طور پر ذمہ دار حکومت کہا گیا ہے اس لئے اس میں حکومت عوام کے نمائندوں کی

خواہشوں کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔

4 ۔ اس طرز حکومت میں عوامی شکایات کا بہت جلد ازالہ کیا جا سکتا ہے۔

5 ۔ پارلیمانی حکومت میں عام لوگوں کی معلومات میں بہت اضافہ ہوتا ہے مقننہ میں بحثیں عوام کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں کیونکہ اس سے سیاسی اور ملکی معاملوں کے بارے میں عوام کو بہتر جانکاری حاصل ہوتی ہے۔

2 ۔ صدارتی طرز حکومت (Presidential Type of Govt.)

صدارتی طرز حکومت، جمہوریت کی دوسری قسم ہے اس میں اصل انتظامی اختیارات منتخبہ صدر کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں صدر کے عہدے کی معیاد مقننہ کی مرضی پر نہیں بلکہ دستور کے مطابق ایک مقررہ مدت کے لیے ہوتی ہے صدر صرف مملکت کا رسمی سربراہ نہیں ہوتا بلکہ وہ انتظامیہ کا اعلیٰ ترین حاکم بھی ہوتا ہے۔ اس کی مثال امریکہ کی صدارتی حکومت ہے۔

اس حکومت کی حسب ذیل خصوصیات ہیں :

1 ۔ حقیقی انتظامی اختیارات کا مالک ہوتا ہے۔

2 ۔ صدر حکومت چلانے کی غرض سے معتدین (وزیروں) کو مقرر کرتا ہے جو پورے طور سے اسکی ماتحتی میں ہوتے ہیں اور اسی کے آگے جوابدہ ہوتے ہیں۔

3 ۔ صدر ایک مقررہ معیاد کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔

4۔ صدر کے خلاف اگر سنگین الزامات ثابت ہو جائیں تو اسکے خلاف ایوان میں مقدمہ چلائے جانے کی تجویز پاس ہو سکتی ہے۔

5 ۔ معتمد اور وزیر مقننہ کے ممبر نہیں ہوتے ہیں۔

صدارتی حکومت کی خوبیاں

صدارتی حکومت کی خوبیاں حسب ذیل ہیں

1 ۔ صدارتی حکومت کی سب سے بڑی خوبی یہ ھیکہ اس میں صدر کے عہدے کی معیاد مقرر ہوتی ہے اس لئے صدر مضبوط اور منصوبہ بند پالیسی اختیار کرتا ہے کیونکہ اسے اس بات کا اطمینان ہوتا ہے کہ اسے اسکی مقررہ معیاد سے پہلے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔

2 ۔ اس حکومت کی دوسری خوبی یہ ھیکہ مقننہ میں کابینہ کی ڈکیٹرشپ (Dictatorship) نہیں ہوتی اور وہ اسکی آزادی برقرار رکھتی ہے اور وہ صدارتی پالیسی کی ہمیشہ حمایت نہیں کرتی۔

3 ۔ یہ جنگ اور ہنگامی صورت حال میں جب کہ فوری فیصلوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ذرا سی تاخیر زبردست نقصان پہنچا سکتی ہے تو صدر فوری ضروری اقدام کرتا ہے۔

4 ۔ صدارتی طرز حکومت میں صدر اور اسکے معتمدین نظم و نسق پر پوری توجہ دیتے ہیں اس لئے یہ حکومت زیادہ کارکرد اور کارگزار ہوتی ہے۔

3.2 ۔ عالمی بالغ رائے دہی (Universal Adult Franchise)

جمہوریت میں بالغ رائے دہی کی بہت اہمیت ہوتی ہے جمہوریت اور رائے دہی دونوں کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا رائے دہی(vote) کے ایسے نظام کو جس میں ہر ایک بالغ مرد اور عورت کو بلا لحاظ ذات مذہب رنگ اور جائے سکونت ووٹ دینے کا حق حاصل ہو "بالغ رائے دہی" (Adult Franchise) کہلاتا ہے۔ موجودہ دور میں یہ حق جمہوریت کی بنیاد تسلیم کیا جاتا ہے۔اس حق کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کے اکثر ممالک کے عوام نے بہت جدوجہد کی یہ حق آزادی کے فوری بعد ہندوستان کے تمام بالغ عوام کو حاصل ہو گیا۔ عورتوں کو یہ حق بڑی مشکل سے حاصل ہوا ابتداء میں جائیداد اور تعلیم کی بنیاد پر یہ حق صرف مخصوص مردوں کو حاصل تھا۔

امریکہ اور جرمنی میں یہ حق عورتوں کو 1919ء میں ملا' برطانیہ میں 1929ء اور فرانس میں 1945ء کو حاصل ہوا۔

ووٹ دینے کی عمر ہر ملک میں مختلف ہے جو وہاں کے قانون کے ذریعے طئے ہوتی ہے ابتداء میں ہندوستان میں یہ عمر 21 سال تھی لیکن بعد میں 18 سال کر دی گئی اور اس طرح امریکہ برطانیہ میں بھی 18 سال ہے جرمنی میں 20 سال اور جاپان میں 25 سال ہے۔

بالغ رائے دہی کی خوبیاں

بالغ رائے دہی کی حسب ذیل خوبیاں ہیں :

1 ۔ بالغ رائے دہی کا حق جمہوری حکومت کی بنیاد ہے۔

2 ۔ یہ حق سماج میں انسانی مساوات اور آزادی قائم کرتا ہے۔

3 ۔ یہ سیاسی سرگرمیوں میں عوام کی دلچسپی پیدا کرتا ہے۔

4 ۔ یہ حق عوام کے سیاسی شعور کا ذریعہ بنتا ہے۔

5 ۔ یہ انقلاب کے خطرات کو کم کرتا ہے۔

6 ۔ یہ حق شہریوں میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔

بالغ رائے کی خامیاں

اگر چہ کہ بالغ رائے میں چند خوبیاں ہیں لیکن ساتھ ہی یہ خامیوں سے پاک نہیں۔ اسکی خامیاں حسب ذیل ہیں

1 ۔ بالغ رائے دہی کا حق سیاسی اقتدار کو جاہل اور نااہل لوگوں کو سونپ دیگا کیونکہ ایسے ہی لوگ اکثریت میں رہتے ہیں۔

2 ۔ دانشور اور صاحب رائے لوگ بے اثر ہو کر رہ جاتے ہیں۔

3 ۔ غریب اور ترقی پذیر ممالک کے لئے چناؤ کا خرچ ناقابل برداشت ہو جائیگا۔

4۔ اس میں تعلیمی قابلیت کچھ وزن نہیں رکھتی۔

5 ۔ عورتوں کی رائے کے حق کے خلاف بھی اعتراضات ہیں۔ اکثر عورتیں شوہر کے اثر میں ووٹ دیں گی اس لئے ان کے ووٹ آزادانہ تسلیم نہیں کئے جاسکتے اسکے علاوہ وہ روایت پسند ہوتی ہیں اس لئے رجعت پسندی کو بڑھاوا ملے گا۔

تاریخی تبدیلیوں نے بیشتر اعتراضات ختم کردیئے ہیں اکثر دلیلیں بدگمانیوں تعصب اور تنگ نظری پر مبنی ہیں ہندوستان کے تجربات ثابت کرتے ہیں کہ ناخواندہ عوام بھی ووٹ کا استعمال عقلمندی سے کر سکتے ہیں۔ یہ حق بذات خود سیاسی شعور پیدا کرتا ہے۔ اس طرح یہ حق سبھی جمہوری ملکوں میں تسلیم کرلیا گیا ہے۔

3.2.1 ۔ سیاسی جماعتیں (Political Parties)

جمہوریت کی بنیاد انتخاب ہے انتخاب سیاسی جماعتوں کے ذریعے ہی بہتر طور پر عمل پذیر ہوتے ہیں سرکار کی من مانی اور بدعنوانی کو روکنے کے لئے سیاسی جماعتیں ضروری ہیں۔ تاریخی اعتبار سے سیاسی جماعتوں کی نشوونما جمہوریت کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ہوئی اس طرح سیاسی جماعتیں اور جمہوریت لازم و ملزوم ہیں یعنی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔

سیاسی جماعت ایک سیاسی انجمن ہے جسکی بنیاد مقاصد و خیالات کی یکسانیت ہے سیاسی جماعتوں کا اہم مقصد حصول اقتدار ہے گل کرسٹ (Gilchrist) کے مطابق

> "سیاسی جماعت شہریوں کا ایسا منظم گروپ ہے جس کے سیاسی خیالات میں یکسانیت ہوتی ہے اور جو سیاسی اکائی کے طور پر عمل کر کے حکومت کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتا ہے"۔

" A political party is an organised group of citizens who profess to share the same political views and who by acting as a political unit try to control the government ."

'ہرمن فائنر، کے لفظوں میں

" سیاسی پارٹی رضاکار ممبرس کی ایک منظم جماعت ہوتی ہے جو سیاسی اختیارات کا اقتدار حاصل کرنے کے لئے اپنی پوری قوت لگادیتی ہے "۔

" Political Parties are organised b odies with voluntary membership , their concerted energy being employed in pursuit of political power " -- Herman Finer.

ان تعریفوں سے سیاسی پارٹی کے لازمی عناصر اس طرح واضح کئے جاسکتے ہیں۔

1 ۔ تنظیم (Organisation)

سیاسی جماعت ایک گروپ کی شکل میں عمل کرتی ہے۔

ہر جماعت کا ایک دستور ہوتا ہے اور دستور کے مطابق (جماعت) کو ہر سطح پر منظم کیا جاتا ہے۔

2 ۔ مشترکہ پروگرام (Common Programme)

عوام کی حمایت حاصل کرنے کیلئے ہر ایک سیاسی جماعت ملک کے معاشی وسماجی مسائل حل کرنے کا ایک پروگرام بناتی ہے اور یہی پروگرام جماعت کو متحد رکھتا ہے۔

3 ۔ مشترک نظریات (Homogenous Ideas)

سیاسی جماعت ہم خیال لوگوں کا ایک گروپ ہوتی ہے اور یہ لوگ متحد ہو کر مسائل کو حل کرتے ہیں۔

4 ۔ دستوری طریقوں کو اپنانا (To Adopt Constitutional Means)

سیاسی جماعتیں دستوری طریقوں کو اپناتی ہیں۔اور وہ عوام کی حمایت حاصل کرنا چاہتی ہے اسکے علاوہ سیاسی اقتدار حاصل کرنا سیاسی جماعتوں کا بنیادی مقصد ہوتا ہے۔

3.2.2 ۔ سیاسی جماعتوں کے فرائض اور انکا کردار

سیاسی جماعت کا بنیادی مقصد سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہوتا ہے اور یہ اقتدار رائے عامہ کی حمایت پر منحصر ہوتا ہے سیاسی جماعتوں کے فرائض حسب ذیل ہیں۔

☆ جماعت کا پروگرام اور پالیسی مرتب کرنا۔
☆ رائے عامہ کو متاثر کرنا۔
☆ انتخابات میں عملی حصہ لینا۔
☆ ووٹرس اور نمائندوں کے درمیان رابطہ برقرار رکھنا۔
☆ حکومت بنانا اور پاک وصاف نظم و نسق فراہم کرنا۔
☆ حزب اختلاف(opposition)کا کردار نبھانا۔
☆ عاملہ اور مقننہ کے درمیان تعاون پیدا کرنا۔
☆ سماجی اصلاح کرنا۔

جمہوریت میں سیاسی جماعتوں کا رول

جمہوریت کے لیے سیاسی جماعتیں بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں ان کو جمہوریت کی لائف لائین (Life Lines) کہا جاتا ہے وہ چناؤ کو موثر طور پر کرانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں مقننہ(Legislature) میں نظم وضبط برقرار رکھتی ہیں عوام کو سیاسی تعلیم دیتی ہیں انہیں ملکی مسائل سے واقف کرواتی ہیں اور ان میں سیاسی شعور بیدار کرتی ہیں مستقبل کے رہنماوں کو تلاش کرتی ہیں۔ حکومت کی من مانی کو روک کر جمہوریت کی حفاظت کرتی ہیں۔ غیر کارکرد اور نااہل حکومت کی تبدیلی پرامن انداز میں کرتی ہیں۔

سیاسی جماعتیں نمائندہ سرکار کو عملی شکل دیتی ہے ان کے بغیر منظم طور سے چناؤ کرانا اور حکومت چلانا نا ممکن رہتا ہے اس طرح جمہوریت اور سیاسی جماعتوں کا رشتہ اٹوٹ ہوتا ہے اور سیاسی جماعتوں کے بغیر جمہوریت کا زندہ رہنا مشکل

ہو جاتا ہے۔

3.3 ۔ رائے عامہ (Public Opinion)

جمہوری ملکوں میں رائے عامہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے اس لئے جمہوریت کی بنیاد ہی اسی پر ہے اور جمہوری حکومت اسکے مطابق چلتی ہے سیاسی جماعتیں رائے عامہ حاصل کرنے کے لئے بے چین رہتی ہیں۔

رائے عامہ کے ظاہری معنی بہت آسان ہیں یعنی رائے عامہ وہ رائے ہے جو عوام کسی عوامی مسئلہ کے بارے میں رکھتے ہیں۔ لیکن کسی بھی عوامی مسئلہ کے بارے میں سارے لوگ ہم خیال نہیں ہو سکتے۔ بعض مفکرین کے نزدیک کسی مسئلہ پر اکثریت کی رائے کو رائے عامہ کہتے ہیں لیکن یہ رائے عامہ کی معقول تعریف نہیں اس لئے کہ اکثریت بعض دفعہ غلط رائے بھی رکھ سکتی ہے اور اقلیت کی معقول رائے کو ٹھکرا سکتی ہے پس معلوم ہوا کہ رائے عامہ کا تعلق تعداد سے نہیں بلکہ مفاد عامہ سے ہے اس طرح ایسی سوچی سمجھی رائے جس سے پورے سماج کی فلاح و بہبود حاصل ہو رائے عامہ (Public Opinion) کہلاتی ہے۔

"لارڈ برائس" کے بقول

> "رائے عامہ ایسی رائے کو کہتے ہیں جو عقل کے مطابق ہو اور جس میں پورے سماج کی فلاح درکار ہو، نہ کہ سماج کے کسی خاص حصے کی"۔

" Public opinion is an opinion based on reason which aims at the welfare of the whole community and not any particular section of it."

رائے عامہ کی خصوصیات

حسب ذیل رائے عامہ کی خصوصیات بتائی جاتی ہیں :

- ☆ رائے عامہ مختلف آراء کا حاصل ہوتی ہے
- ☆ رائے عامہ کا مقصد سماج کی اجتماعی فلاح و بہبود ہے نہ کہ سماج کے کسی خاص فرقے کی بھلائی۔
- ☆ رائے عامہ عقل کے مطابق ہوتی ہے نہ کہ جذبات پر مبنی۔
- ☆ رائے عامہ سوچی سمجھی رائے ہے اس لئے حقائق پر مبنی ہوتی ہے۔
- ☆ رائے عامہ اقلیت کے لئے بھی قابل قبول ہوتی ہے۔

مختصر الفاظ میں رائے عامہ دراصل ایسی رائے ہوتی ہے جو لوگوں کی خاص تعداد کسی عوامی معاملے کے بارے میں پیش کرے اور جس کا نصب العین یہ ہو کہ عموی طور سے ساری قوم کو اس سے فائدہ پہنچے۔

3.3.1 ۔ رائے عامہ کے اظہار کی ایجنسیاں

وہ تمام ذرائع جو معلومات فراہم کرتے ہیں رائے عامہ بنانے کی ایجنسیاں کہلاتے ہیں حسب ذیل ایجنسیاں رائے عامہ کی تشکیل میں موثر رول ادا کرتی ہیں۔

1 ۔ پریس Press

اخبارات، رسالے میگزین اور کتابیں رائے عامہ بنانے اور اسکو ظاہر کرنے کے بہت ہی طاقتور ذرائع ہیں یہی وجہ ہے کہ آزاد پریس جمہوریت اور آزادی کا علمبردار مانا گیا ہے' پریس کے ذریعے انقلاب برپا ہوئے ہیں اور اصلاحی تحریکیں کامیاب ہوئی ہیں

آزاد پریس ہی صحت مند رائے عامہ بنانے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ کنٹرول کیا ہوا پریس صرف ایک ہی رخ پیش کریگا۔

2 ۔ عوامی پلیٹ فارم (Public Platform)

رائے عامہ بنانے میں عام جلسوں کو بڑا دخل ہوتا ہے پلیٹ فارم کے ذریعے ہی عوام مختلف جماعتوں کے لیڈرس کی باتیں سنتے ہیں اور یہ لوگ ملک کے سیاسی، معاشی اور سماجی مسئلوں کو عام لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں ایک لحاظ سے تقریروں کی اہمیت اخباروں سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ تقریروں سے ان پڑھ لوگ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جبکہ اخبارات کی پہنچ صرف پڑھے لکھے لوگوں کی حد تک رہتی ہے۔

3 ۔ الیکٹرانک ذرائع ابلاغ (Electronic Mass Media)

رائے عامہ بنانے میں ریڈیو' ٹیلی ویژن اور سینما کی اہمیت روز بروز بڑھتی جارہی ہے یہ ایسے ذرائع ہیں جن سے ان پڑھ لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں۔ مختلف اہمیت کے پروگراموں کو ان کے ذریعے آسانی سے عوام تک پہنچایا جاتا ہے اس طرح لوگوں کو معلومات کے ساتھ تفریح کا سامان بھی فراہم ہو جاتا ہے۔

موجودہ دور میں ٹی وی کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا یہ ایک سمعی (Audio) اور بصری (Vedio) آلہ ہے جو مختلف پروگراموں کو نہایت خوبی سے پیش کر سکتا ہے۔

4 ۔ سیاسی جماعتیں (Political Parties)

آج کل جمہوری ملکوں میں سیاسی جماعتیں رائے عامہ بنانے میں بڑی سرگرم رہتی ہیں یہ جماعتیں ملک کے مسائل سے عوام کو واقف کراتے ہیں اور ان کے حل عوام کے سامنے رکھتے ہیں اس طرح سیاسی جماعتیں عوام کی سیاسی تعلیم میں مدد کرتی ہیں ان میں سیاسی شعور پیدا کرتی ہیں۔

5 ۔ تعلیمی ادارے (Educational Institution)

تعلیمی اداروں کا رائے عامہ بنانے میں بڑا ہاتھ ہوتا ہے آج کے طالب علم کل کے شہری ہوتے ہیں۔ تعلیم سے وسیع النظری پیدا ہوتی ہے۔ تعلیمی اداروں کا اہم مقصد یہ ہونا چاہئے کہ طالب علم آزادانہ طور سے سوچ بچار کر سکیں۔ اور ایک اچھے شہری بن سکیں۔ کیونکہ آئندہ ملک کی باگ ڈور انہی لوگوں کے ہاتھ میں آتی ہے۔

3.4 ۔ راست جمہوریت (Direct Democracy)

جمہوریت دو قسم کی ہوتی ہے:

(۱)۔ راست جمہوریت (۲) بالواسطہ جمہوریت

راست جمہوری نظام میں عوام انتظامی امور میں راست حصہ لیتے ہیں اور عوامی معاملات میں اپنے خیالات کا اظہار راست طور پر کرتے ہیں اور عام اجتماعات میں اکٹھے ہو کر ایسے قوانین وضع کرتے ہیں جنکی ان کو ضرورت ہوتی ہے اور وہ ان کی عمل آوری تک ان کی نگرانی بھی کرتے ہیں۔ راست جمہوریت کم آبادی والے اور مختصر رقبہ والی مملکتوں کے لئے موزوں ہوتی ہے قدیم یونان Greek کی شہری مملکتوں میں اس قسم کی حکومت قائم تھی کیونکہ وہاں آبادی کم تھی اور رقبہ کے لحاظ سے یہ ریاستیں بہت چھوٹی تھیں اب چونکہ مملکتیں آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے بہت بڑی ہیں اس لئے اس قسم کی جمہوریت موجودہ دور میں ممکن نہیں پھر بھی سوئزرلینڈ اور امریکہ کی چند ریاستوں میں اس کا نظام باقی ہے۔

3.4.1 ۔ راست جمہوریت کے طریقے

1 ۔ رائے طلبی (Referendum)

2 ۔ پیش قدمی (Initiative)

3 ۔ باز طلبی (Recall)

4 ۔ استصواب عامہ (Plebiscite)

1 ۔ رائے طلبی (Referendum)

رائے طلبی کا مطلب یہ ہیکہ مقننہ کے پاس کئے گئے بل کے بارے میں رائے عامہ حاصل کرنے کے لئے عوام سے رجوع ہونا۔ عوامی رائے کی اکثریت حاصل کرنے کے بعد ہی بل قبول سمجھا جائے گا اور اس طرح یہ طریقہ چند قوانین پر عوام کے اقرار یا انکار کو معلوم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور عوام کا فیصلہ ہی اسمیں آخری فیصلہ متصور ہوگا۔

اس طریقہ میں عوامی رائے کا احترام پایا جاتا ہے لیکن اس سے مقننہ کی اہمیت گھٹ جاتی ہے اور قانون کی عمل آوری میں تاخیر ہوتی ہے۔

2 ۔ پیش قدمی (Initiative)

اس طریقہ میں کسی قومی مسئلہ پر عوام مقننہ سے قانون سازی کے لئے درخواست کرتے ہیں جب قانون بن جاتا ہے تو پھر اسے رائے طلبی کیلئے پیش کیا جاتا ہے اگر مقننہ عوام کی اس درخواست کو قبول نہ کرے تو ایسی صورت میں عوامی رائے طلب کی جاتی ہے اور عوام کی اکثریت کا فیصلہ آخری ہوتا ہے اس طریقہ میں مقننہ اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طور سے نبھا سکتی ہے اور قانونی خامیاں دور کرنے میں یہ طریقہ معاون ہوتا ہے۔

3 ۔ باز طلبی (Re-Call)

باز طلبی کے معنی واپس طلب کرنے کے ہیں اگر عوامی نمائندے عوامی توقعات پر پورے نہ اتریں تو عوام کو یہ حق ہیکہ ان کو واپس طلب کرے یعنی عوام اپنے نمائندوں کو ان کی معیاد سے پہلے ان کو ان کے عہدوں سے علیحدہ کرسکتے ہیں ۔اسکے ذریعے نمائندوں اور سرکاری عہدیداروں کو مستعد رکھا جاسکتا ہے۔

4 ۔ استصواب عامہ (Plebiscite)

اس طریقہ کا استعمال قومی مسائل پر رائے عامہ معلوم کرنے کیلئے ہوتا ہے تاکہ عوام کی خواہشات کے مطابق حکومت کی پالیسی بنے دراصل یہ ایک سیاسی طریقہ ہے اسکا استعمال ریاستوں اور ملکوں کے مابین سرحدی تنازعات کو طئے کرنے کیلئے ہوتا ہے سب سے پہلے 1804 میں فرانس میں نپولین نے اس طریقہ کا استعمال کیا تھا۔

3.5 ۔ نمائندہ جمہوریت (Indirect Democracy)

جمہوریت کی دوسری قسم نمائندہ جمہوریت کہلاتی ہے دنیا کے بیشتر ممالک میں اس طرح کی جمہوریت کا رواج عام ہے کیونکہ موجودہ ممالک رقبہ اور آبادی کے لحاظ سے کافی وسیع ہیں اس لئے ان میں راست جمہوریت کا چلن ممکن نہیں۔اس طریقہ میں عوام راست طور پر انتظام حکومت میں حصہ نہیں لیتے بلکہ ان کے منتخب نمائندے اس کام کو انجام

دیتے ہیں۔اس طرح سیاسی جماعتیں نمائندہ جمہوریت میں اہم کردار نبھاتی ہیں۔ مختلف سیاسی جماعتیں انتخابات سے قبل اپنے منشور کو جاری کرتی ہیں اور جو جماعت مقننہ میں اکثریت حاصل کرتی ہے وہی اقتدار پر قابض ہوتی ہے۔ انتخابات' سیاسی جماعتیں' عوامی رائے وغیرہ بالواسطہ جمہوریت کے اہم حصے ہوتے ہیں۔

3.5.1 ۔ نظریات نمائندگی (Theories of Representation)

1 ۔ عام بالغ رائے دہی

نمائندہ جمہوریت میں جن کو رائے دہی (Vote) کا حق حاصل ہوتا ہے ان کو رائے دہندے (Voters) کہا جاتا ہے۔رائے دہندے وہ عوام ہوتے ہیں جو اپنی عمر کا ایک مناسب حصہ پورا کر چکے ہوتے ہیں عمر کا یہ حصہ مختلف ممالک میں مختلف ہے ہندوستان میں رائے دہندہ 18 سال کی عمر کو پار کرنے کے بعد کہلاتا ہے

حق رائے دہی کے لئے دو خیالات پیش کئے گئے ہیں پہلے خیال کے مطابق حق رائے دہی تمام کے لئے ہونا چاہئے اور دوسرے خیال کے مطابق حق رائے دہی محدود ہونی چاہئے۔ پہلے خیال کے مطابق حق رائے دہی سے سیاسی مساوات حاصل ہوتے ہیں اور یہ شہری کا فطری حق ہوتا ہے دوسرے خیال کے مطابق حق رائے دہی اسی وقت معنی خیز ثابت ہوتی ہے جبکہ رائے دہندوں میں سیاسی شعور ہو اور وہ سمجھ بوجھ کا مظاہرہ کر سکتے ہوں۔

موجودہ دور میں بالغ رائے دہی کی مقبولیت میں زبردست اضافہ ہوا اور تمام ممالک میں اس پر عمل ہو رہا ہے اور اس طرح بالغ رائے دہی جمہوریت کی بنیاد بن چکی ہے۔

بالغ رائے دہی کے حسب ذیل فواید ہیں :

- ☆ مساوی طور پر تمام شہری سیاسی حقوق سے استفادہ کرتے ہیں ۔
- ☆ مقننہ کے لئے منتخب نمائندے تمام عوام کی نمائندگی کرتے ہیں۔
- ☆ عوامی مسائل کا حل اس میں بہتر طور پر ہوتا ہے
- ☆ شہریوں میں قومی یکجہتی کا جذبہ پروان چڑھتا ہے
- ☆ سیاسی اقتدار چند کے ہاتھوں میں نہیں ہوتا۔

3.5.2 ۔ تناسبی نمائندگی (Proportional Representation)

اس طریقہ کے مطابق ہر اقلیت کو اپنی آبادی کے تناسب سے نمائندے منتخب کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اسکی عملی صورت یہ ہوتی ہیکہ ہر انتخابی حلقے سے کم از کم تین ممبرس منتخب کئے جاتے ہیں زیادہ کا کوئی تعین نہیں۔ ہر ووٹر کے

پاس ایک ووٹ ہوتا ہے جسے وہ ترجیحی اعتبار سے (order of preference) پہلے دوسرے تیسرے یا جتنے ممبروں کو منتخب کیا جاتا ہے اپنے ممبروں کو دے سکتا ہے کامیاب ہونے والے امیدوار کو ایک خاص اور مقررہ تعداد میں ووٹ حاصل کرنے ہوتے ہیں ووٹوں کی یہ تعداد اس طرح مقرر کی جاتی ہے کہ ووٹوں کی تعداد کو سیٹوں کی تعداد سے تقسیم کر دیا جاتا ہے اور حاصل تقسیم میں (1) جوڑ دیا جاتا ہے یہ فارمولہ اس طرح ہے

$$\frac{\text{انتخابی حلقے میں ڈالے گئے کل ووٹ}}{\text{کل سیٹوں کی تعداد}} = \text{حاصل تقسیم} + 1$$

$$\frac{\text{Total Number of Votes cast} + 1}{\text{Number of seats to be filled} + 1}$$

ووٹوں کی گنتی پہلے ترجیحی (Prefrential) ووٹوں سے شروع کی جاتی ہے ووٹوں کی مقررہ تعداد یعنی کوٹہ (Quota) حاصل کرنے والے امیدوار کو کامیاب قرار دیا جاتا ہے اور اسکے فاضل (Surplus) ووٹ ہوں تو پرچے میں درج دوسرے ترجیحی امیدوار کو دئے جاتے ہیں اگر دوسرے ترجیحی ووٹوں سے امیدوار منتخب نہیں قرار دئے جاتے تو تیسرے ترجیحی ووٹوں کی گنتی کی جاتی ہے اور اس طرح سے سبھی ووٹوں کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔

اس طریقہ کو "واحد قابل انتقال ووٹ" Single Transferable vote system کہتے ہیں اسے ڈنمارک، سویڈن بلجیم وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے

اس طریقہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ھیکہ اس میں ووٹ ضائع نہیں ہوتے اور اسکی دوسری بڑی خوبی یہ ھیکہ اسمیں اقلیتوں کو پوری نمائندگی اپنے تناسب سے حاصل ہوتی ہے۔

اس طریقہ میں بڑی خامی یہ ہے کہ یہ بڑا پیچیدہ طریقہ ہے اور عام ووٹر کی سمجھ سے باہر ہے اسکے علاوہ اس طریقے سے ذات پات اور فرقہ وارانہ جذبات کو بڑھاوا ملتا ہے۔

قومی اتحاد کو نقصان پہنچتا ہے۔ سیاسی پارٹیاں بٹ جاتی ہیں کسی بھی پارٹی کو مطلق اکثریت حاصل نہیں ہوتی اور مجبوراً ملی جلی وزراتیں بنتی ہیں جو پائدار نہیں ہوتیں دوسرے یہ کہ انتخاب میں خرچ بھی زیادہ ہوتا ہے۔

ہیر طریقہ (Hare System)

تھامس ہیر (Thomas Hare) نے اس طریقے کی تشریح اپنی کتاب (Electoral Representation) میں کی ہے ڈنمارک (Denmark) میں انڈری (Andry) نامی منسٹر نے اس طریقے کو سب سے پہلے ڈنمارک میں رائج کیا جس کی وجہ سے اس طریقہ کو انڈری طریقہ (Andry Method) بھی کہا جاتا ہے اس کے علاوہ اس طریقے کو واحد قابل انتقال طریقہ (Single Transferable Vote System) کہا جاتا ہے جس کی تفصیل اوپر آچکی ہے۔

فہرستی طریقہ (List System)

تناسبی نمائندگی حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ فہرستی طریقہ (List System) ہے اس طریقے میں ووٹر اپنا ووٹ امیدوار کے بجائے پارٹی کو دیتے ہیں۔ ہر انتخابی حلقے کے لئے ہر پارٹی اپنے امیدواروں کی فہرست (list) تیار کرتی ہے اور اسے ووٹرس کے سامنے پیش کرتی ہے اور ووٹرس کا یہ کام ہیکہ وہ کسی ایک فہرست کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کرے ہر ایک پارٹی کو جتنے ووٹ ملینگے ان کے تناسب سے اسے مقننہ میں نشستیں (seats) حاصل ہو جاتی ہیں لیکن کامیاب امیدواروں کو ووٹوں کی ایک مقررہ تعداد (کوٹہ) حاصل کرنی پڑتی ہے۔

اس طریقہ سے انتخاب لڑنے والی ہر پارٹی کو صحیح نمائندگی اس پارٹی کے حق میں ڈالے گئے ووٹوں کے تناسب سے ملتی ہے اور یہ آسان طریقہ بھی ہے کیونکہ ووٹر اپنی پسند کی پارٹی کیلئے ووٹ کا استعمال کرتا ہے۔

اس طریقہ کی بڑی خامی یہ ہیکہ اسمیں فرد کی کوئی اہمیت نہیں رہتی ووٹر اور امیدوار کے درمیان کوئی رشتہ بھی نہیں رہتا یہ طریقہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو ابھرنے کا موقع فراہم کرتا ہے جسکی وجہہ سے کوئی بھی پارٹی کو اکثریت حاصل نہیں ہوتی اور وزارتیں ناپائیدار بنتی ہیں۔

4 سبق کا خلاصہ

موجودہ صدی جمہوری حکومتوں کی صدی کہلاتی ہے اور یہ طرز حکومت مقبول عام ہو تا جارہا ہے اور دنیا کی اکثر حکومتیں اسی طرز حکومت کو اپنانے کی کوشش کر رہی ہیں۔

جمہوریت ایک ایسی طرز حکومت ہے جس میں عوام بھرپور حصہ لیتے ہیں اور اپنے مسائل کا حل ڈھونڈ نکال لیتے ہیں لیکن جمہوریت کی کامیابی کیلئے عوام کا خواندہ ہونا اور سیاسی شعور رکھنا نہایت ضروری ہے جمہوری حکومت میں بہت سی خوبیاں جیسے مفاد عامہ، شہریوں کی شخصیت کی نشوونما، امن پسندی، انقلاب کی روک تھام اور حب الوطنی کے جذبے کو تقویت دینا شامل ہے ساتھ ہی اس میں چند خامیاں جیسے سست رفتار حکومت 'پارٹی بندی کی خرابیاں' اور زیادہ خرچ وغیرہ شامل ہیں۔

جمہوری حکومتیں یا تو پارلیمانی طرز کی ہونگی یا صدارتی طرز کی۔ پارلیمانی طرز حکومت ایسی حکومت ہوتی ہے جس میں حقیقی انتظامیہ کابینہ ہوتی ہے اور صدر حکومت برائے نام ہوتا ہے جیسے ہندوستان 'اسکے برخلاف صدارتی حکومت میں اصل انتظامی اختیارات منتخبہ صدر کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں اسکی مثال امریکہ کے صدر کی ہے پارلیمانی اور صدارتی طرز حکومتوں میں خوبیاں اور خامیاں پائی جاتی ہیں۔

موجودہ دور میں عالمی بالغ رائے دہی کو جمہوریت کی بنیاد تسلیم کیا گیا ہے اس حق کو حاصل کرنے کیلئے دنیا کے اکثر

ممالک کے عوام نے بہت جدو جہد کی۔ بالغ رائے دہی کا حق ہندوستان میں آزادی کے فوری بعد یہاں کے عوام کو حاصل ہو گیا یہاں ووٹ دینے کی عمر 18 سال ہے

سیاسی جماعتوں کو جمہوریت کی جیون دھارائیں(Life Lines) کہاجاتا ہے جمہوری حکومت بغیر سیاسی جماعتوں کے قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ عوام میں سیاسی شعور بیدار کرتی ہیں اور جمہوریت میں حزب اختلاف(Opposition) کا رول بھی ادا کرتی ہے۔ یہ عوام کو ملکی مسائل سے واقف کراتی ہیں اور حکومت کی من مانی کارروائیوں کی روک تھام کرتی ہیں۔

جمہوری ملکوں میں رائے عامہ کی بہت زیادہ اہمیت ہوتی ہے رائے عامہ ایک ایسی سوچی سمجھی رائے ہوتی ہے جس سے پورے سماج کو فلاح و بہبود حاصل ہوتی ہے۔ اس طرح رائے عامہ مختلف آراء کا حاصل ہوتی ہے اور یہ اقلیت کے لئے بھی قابل قبول ہوتی ہے۔

رائے عام کے اظہار کے لئے پریس، ریڈیو، ٹی وی، پلیٹ فارم، سیاسی جماعتیں اور تعلیمی ادارے ایجنسیاں ہیں۔

جمہوریت یا تو راست ہوتی ہے یا نمائندہ، راست جمہوری نظام حکومت میں عوام انتظامی امور میں راست حصہ لیتے ہیں اور عوامی معاملات میں اپنے خیالات کا اظہار راست طور پر کرتے ہیں یہ عموماً کم آبادی اور چھوٹے ممالک کیلئے موزوں ہوتی ہے اسکے مختلف طریقے رائے طلبی' پیش قدمی' باز طلبی اور استصواب عامہ ہیں' بالواسطہ جمہوریت میں عوام اپنے نمائندوں کے ذریعے حکومت پر کنٹرول قائم رکھتے ہیں اور یہ موجودہ مملکتوں کے لئے موزوں ہیں کیونکہ یہ مملکتیں نہ صرف رقبہ کے لحاظ سے بڑی ہیں بلکہ ان میں آبادی بھی بہت زیادہ ہے۔

نمائندہ جمہوریت میں ووٹر کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہوتا ہے جو اپنی عمر کا ایک حصہ مکمل کر چکے ہوتے ہیں نمائندگی کے مختلف نظریات ہیں تناسبی نمائندگی میں اقلیت کو اپنی آبادی کے تناسب سے نمائندے منتخب کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اس طریقہ میں ہر ووٹر کے پاس ایک ووٹ ہوتا ہے جسے وہ ترجیحی اعتبار سے پہلے دوسرے تیسرے ممبرس کیلئے استعمال کرتے ہیں کامیاب ہونے والے امیدوار کو ایک خاص اور مقررہ تعداد میں ووٹ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس طریقہ کو واحد قابل انتقال ووٹ بھی کہا جاتا ہے اس طریقے میں یہ خوبی ہے کہ اس میں ووٹ ضائع ہونے نہیں پاتے مگر یہ طریقہ پیچیدہ اور عام ووٹر کی سمجھ سے باہر ہے۔

ہیر طریقہ کو تھامس ہیر نے واضح کیا جس میں ووٹر ترجیحی اعتبار سے ووٹ کا استعمال کرتا ہے اسکی ابتداء پہلے ڈنمارک میں ہوئی اور انڈری نامی منسٹر نے اسکو رائج کیا۔

فہرستی طریقے میں ووٹر اپنا ووٹ امیدوار کے بجائے پارٹی کو دیتے ہیں۔ اس طریقہ میں بڑی خامی یہ ھیکہ ووٹر اور امیدوار کے درمیان کوئی رشتہ قائم نہیں رہتا اور یہ طریقہ چھوٹی چھوٹی پارٹیوں کو ابھرنے کا موقع فراہم کرتا ہے جس سے حکومتوں میں ناپائیداری پیدا ہوتی ہے۔

5 فرہنگ اصطلاحات

Audio & vedio	(آڈیو اینڈ ویڈیو)	سمعی و بصری	برقی آلات جیسے ٹی۔وی۔ ویڈیو۔ کمپیوٹر وغیرہ جو تفریح کے ساتھ ساتھ علمی اور معلوماتی مقاصد کے لیے بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔
Adult	(اڈلٹ)	بالغ	فرد جس نے اٹھارہ سال کی عمر مکمل کرلی ہو اور جسے قانوناً رائے دہی کے قابل سمجھا جائے۔
Cabinet	(کیابنیٹ)	کابینہ	اہم وزراء کی مختصر جماعت جو اہم فیصلے کرتی ہے۔
Democracy	(ڈیماکریسی)	جمہوریت	ایک طرز حکومت۔ جس میں عوام کو اپنی پسند کی حکومت بنانے کا موقع ملتا ہے لفظ Democracy یونانی الفاظ "DEMOS" اور "KARATIA" سے ملکر بنا ہے جسکے معنی عوام کی طاقت کے ہیں۔
Electronic Mass Media	(الکٹرانک ماس میڈیا)	الیکٹرانک ذرائع	خبروں کی ترسیل کے برقی ذرائع جیسے ریڈیو، ٹی وی، سینما وغیرہ۔
Opposition Party	(اپوزیشن پارٹی)	حزب اختلاف	پارلیمنٹ میں حکمران پارٹی کی مخالف جماعت جو حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کرتی رہتی ہیں۔
Public Welfare	(پبلک ولفیر)	مفاد عامہ	عوام کی بھلائی۔
Patriotism	(پاٹریوٹیزم)	حب الوطنی	اپنے ملک سے محبت کرنا۔
Parlimentary type of Govt.	(پارلیمنٹری ٹائپ آف گورنمنٹ)	پارلیمانی طرز حکومت	ایسی حکومت جس میں صدر حکومت برائے نام ہوتا ہے اور تمام اختیارات کابینہ اور وزیر آعظم کے ہاتھ میں ہوتے ہیں جیسے ہندوستان۔
Presidential	(پریزیڈنشل ٹائپ	صدارتی طرز حکومت	ایسی حکومت جس میں صدر عوام کا راست

type of Govt. (آف گورنمنٹ) منتخبہ ہوتا ہے اور تمام اختیارات کا حامل ہوتا ہے جیسے امریکہ۔

Public Opinion (پبلک اوپنین) رائے عامہ رائے عامہ ایسی سوچی سمجھی رائے ہوتی ہے جسکا مقصد عوام کی فلاح و بہبود ہوتا ہے۔

Plat form (پلیٹ فارم) پلیٹ فارم جہاں سے لیڈر عوام کو مخاطب کرتے ہیں۔

Plebiscite (پلیبی سیٹ) استصواب عامہ ایسا طریقہ جو قومی مسائل پر رائے عامہ معلوم کرنے کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

Referendum (ریفیرنڈم) رائے طلبی راست جمہوریت کا وہ طریقہ جسمیں مقننہ کے پاس کئے ہوئے بل کو رائے عامہ حاصل کرنے کیلئے عوام سے رجوع کیا جاتا ہے۔

Single Transferable Vote (سنگل ٹرانسفریبل ووٹ) واحد قابل انتقال ووٹ ترجیحی بنیاد پر ووٹ کی منتقلی۔

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 ۔ طویل جوابی سوالات

1) ۔ جمہوریت کے معنی و مفہوم بتایئے۔ اسکی خوبیاں اور خامیاں بتایئے۔؟

2) ۔ پارلیمانی طرز حکومت کی خامیاں اور خوبیاں بتایئے؟

3) ۔ صدارتی طرز حکومت کسے کہتے ہیں اسکی خامیوں اور خوبیوں کو واضح کیجئے؟

4) ۔ عالمی بالغ رائے دہی کیا ہے اسکی خوبیاں بتایئے؟

5) ۔ سیاسی جماعتوں کی تعریف کیجئے اور یہ بتایئے کہ یہ جمہوریت کیلئے کیوں ضروری ہیں؟

6) ۔ رائے عامہ کیا ہے اسکی ایجنسیوں پر نوٹ لکھیئے۔

7) ۔ راست جمہوریت کے طریقوں کو واضح کرو؟

8) ۔ تناسبی نمائندگی سے کیا مراد ہے؟

6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات

1) ۔ جمہوریت کی کامیابی کے شرائط بتاؤ؟

2) ۔ جمہوریت کے مستقبل پر روشنی ڈالئے؟

3) ۔ صدارتی حکومت کی خوبیاں بیان کیجیے؟

4) ۔ سیاسی جماعتوں کے فرائض بیان کیجیے؟

5) ۔ جمہوریت میں سیاسی جماعتوں کے رول کو واضح کیجیے؟

6) ۔ رائے عامہ کی خصوصیات بتایئے؟

7) ۔ پریس۔رائے عامہ کی ایجنسی؟

8) ۔ راست جمہوریت کسے کہتے ہیں؟

9) ۔ بازطلبی (Re call) پر مختصر نوٹ لکھیے؟

10) ۔ فہرستی طریقہ پر مختصر نوٹ لکھیئے؟

11) ۔ واحد قابل انتقال ووٹ کا کیا مطلب ہے؟

6.3 ۔ معروضی سوالات

1) ۔ لفظ Democracy ایک .... لفظ سے لیا گیا ہے۔

2) ۔ ایسی حکومت جسمیں اقتدار عوام کے ہاتھوں میں ہوتا ہے.................................. حکومت کہلاتی ہے۔

3) ۔ سیاسی جماعت شہریوں کا ایک.................................. گروپ ہوتا ہے۔

4) ۔ ایسی سوچی سمجھی رائے جس میں عوام کا مفاد مضمر ہو.................................. کہلاتی ہے۔

5) ۔ .... رائے عامہ کی سب سے آسان اور سستی ایجنسی ہے۔

6) ۔ .... ایک سمعی اور بصری آلہ ہے۔

7) ۔ .... کے معنی دوبارہ طلب کرنے کے ہیں۔

8) ۔ .... میں امیدوار اور ووٹر کے درمیان رشتہ قائم نہیں ہوتا۔

9) ۔ جمہوری حکومتوں میں.................................. کا رول بہت نمایاں ہوتا ہے۔

10) ۔ امریکہ میں .... طرز حکومت رائج ہے (صدارتی۔پارلیمانی)

11) Thomas Hare ایک .... تھا (امریکی۔انگریز)

12) ۔ راست جمہوریت .... آبادی والے ممالک کیلئے موزوں ہوتی ہے (کم۔زیادہ)

13) ۔ راست جمہوریت کے .... طریقے ہیں (5 - 4)

14) ۔ ہندوستان میں ووٹ دینے کی عمر .... سال ہے (18 - 21)

15) ۔ ہندوستان میں .... طرز حکومت رائج ہے (صدارتی۔پارلیمانی)

☆☆☆

☆☆

☆

سبق 3 اشتراکیت۔ حریت پسندی۔ اشتمالیت۔ انفرادیت پسندی۔ فاشزم۔ گاندھی ازم

Socialism.Libralism,Communism,Individualism,Facism,Gandhism

1۔ سبق کا خاکہ
2۔ تمہید
3۔ سبق کا متن
3.1۔ اشتراکیت ، بنیادی خصوصیات
3.1.1۔ سرمایہ داری کا خاتمہ
3.1.2۔ مساواتی سماج
3.1.3۔ مادی وسائل
3.2۔ قطعیین اشتراکیت
3.2.1۔ احتجاجی اشتراکیت
3.2.2۔ پیشہ وارانہ اشتراکیت
3.3۔ اجتماعیت
3.3.1۔ جمہوری سوشلزم
3.3.2۔ ہندوستان میں اشتراکیت
3.4۔ حریت پسندی
3.4.1۔ انفرادیت پسندی
3.5۔ فاشزم
3.5.1۔ اشتمالیت
3.5.2۔ گاندھی ازم
4۔ سبق کا خلاصہ
5۔ فرہنگ اصطلاحات
6۔ نمونہ امتحانی سوالات
6.1۔ طویل جوابی سوالات
6.2۔ مختصر جوابی سوالات
6.3۔ معروضی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق کے مطالعہ کے بعد آپ یہ بتلانے کے قابل ہو جائینگے کہ

- ☆ اشتراکیت کیا ہے۔
- ☆ اشتراکیت کے مختلف اقسام کیا ہیں۔
- ☆ حریت پسندی سے کیا مراد ہے۔
- ☆ انفرادیت پسندی کسے کہتے ہیں۔
- ☆ فاشزم کیا ہے۔
- ☆ اشتمالیت کسے کہتے ہیں۔
- ☆ گاندھی ازم سے کیا مراد ہے۔

2 تمہید

مختلف مفکرین نے مختلف سیاسی نظریئے پیش کیے ہیں جو مختلف سیاسی اصولوں کی عکاسی کرتے ہیں سینٹ سائمن نے اشتراکیت کا نظریہ پیش کیا اور اشتراکیت موجودہ دنیا کی ایک مقبول ترین تحریک بن گئی ہے اس سے مراد جمہوری و اجتماعی سرمایہ داری طرز پیداوار کی تقسیم کرنا ہے۔ کچھ سماجی مصلحین نے فیبین سوشلزم کی بنیاد ڈالی۔ اجتماعی سوشلزم تحریک کا بھی بعد میں آغاز ہوا۔

حریت پسندی سولھویں اور سترھویں صدیوں کی عظیم تحریکوں کی پیداوار ہے انفرادیت پسندی فرد کی لامحدود آزادی پر یقین رکھتی ہے اور مل اسکا پرزور حامی ہے۔ فاشزم تحریک اٹلی میں شروع ہوئی اور اسکا روح رواں مسولینی تھا اشتمالیت کی بنیاد کارل مارکس نے رکھی اور دنیا میں ہونے والی مادی تبدیلیوں کے قانون بنائے۔

مہاتما گاندھی جو امن کے پیامبر تھے انہوں نے اپنے فلسفہ سے دنیا کو روشناس کرایا اسمیں ستیہ گرہ، عدم تشدد وغیرہ اہم ہیں ان اصولوں کو اپنا ہتھیار بنا کر گاندھی جی نے جنگ آزادی لڑی اور انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

3 سبق کا متن

3.1 ۔ اشتراکیت، بنیادی خصوصیات (Socialism)

اشتراکیت موجودہ دنیا کی ایک مقبول ترین تحریک ہے اسکے اثرات ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سوشلزم محض ایک نظریہ یا عقیدہ نہیں بلکہ یہ بیک وقت ایک نظریہ بھی ہے اور عملی تحریک بھی اسکے اصول سیاسی بھی ہیں اور معاشی بھی۔ اسکی کوئی ایسی تعریف نہیں جس پر سب سوشلسٹوں کو اتفاق ہو سوشلزم کے ماننے والے بے شمار اور مختلف الخیال گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں ہر مکتب فکر اپنے نقطہ نظر سے سوشلزم کی تعبیر اور تشریح کرتا ہے اس لئے اسکی تعبیروں میں بہت بڑا فرق ہے۔

اشتراکیت انگریزی لفظ SOCIALISM کے ہم معنی ہے جو Socio سے اخذ کیا گیا ہے جسکے معنی سوسائٹی یا سماج کے ہیں اس نظریہ کو پیش کرنے والے اولین مفکرین رابرٹ اون Robert owen اور سینٹ سائمن St. Simon تھے لیکن بعد میں 1848ء میں کارل مارکس Karl Marx نے سائنسی بنیادوں پر اسکی تشریح کی۔

اشتراکیت سے مراد ہے جمہوری واجتماعی سرمایہ داری طرز پر پیداوار اور اسکی تقسیم کا انتظام کر کے محنت کش اور دوسرے طبقات کے استحصال کا خاتمہ، اس طرح اشتراکیت معاشرتی تنظیم کا وہ طرز ہے جو فرد کو آزادی مساوات اور انصاف جیسی نعمتیں عطا کرتا ہے Perter Merki کے خیال میں اشتراکیت

> ”مختلف سیاسی قوتوں اور مختلف مفکرین کے خیالات کا مجموعہ ہے“۔

اشتراکیت کی خصوصیات: اشتراکیت معاشرے کے وجود کو بہت زیادہ اہمیت دیتی ہے اس نظریہ کے مطابق فرد کا وجود معاشرے سے ہے فرد کی شخصیت کے بھرپور ارتقاء اور اسے آزاد زندگی کی ضمانت دینے کے لئے معاشرہ کا وجود ضروری ہے اس نظریہ کے مطابق پیداوار کے تمام ذرائع معاشرے کی ملکیت ہیں۔ شخصی مفاد کی جگہ معاشرے کی بہبودی اور ترقی کے لئے اقدامات نظریہ اشتراکیت کی بنیادی خصوصیت ہے۔

3.1.1 ۔ سرمایہ داری کا خاتمہ

اشتراکیت سرمایہ داری کا مکمل خاتمہ چاہتی ہے یہ سرمایہ داروں کو مزدوروں کا دشمن قرار دیتی ہے کیونکہ امیروں کو امیر اور غریبوں کو زیادہ غریب بنا کر ان دو طبقات کے درمیان سماجی خلیج کو وسیع کر جاتی ہے۔

3.1.2 ۔ مساواتی سماج

سماجی اور معاشی مساوات سے لگاؤ سوشلزم کی بنیادی خصوصیت ہے یہ انسانوں کی برابری پر زور دیتا ہے اسکا مقصد سماج میں ایک معقول مساوات پیدا کرتا ہے۔

3.1.3 ۔ مادی وسائل اور محنت کی بربادی کو روکنا

شوشلزم کا اہم مقصد مادی وسائل اور محنت کی بربادی کو روکنا ہے سرمایہ دارانہ نظام میں اشیاء اور وقت دونوں بہت زیادہ ضائع ہو جاتے ہیں۔

اندھا دھند مقابلوں کا نتیجہ سوائے معاشی تباہی کے کچھ نہیں ہوتا سوشلزم اس ساری طاقت کو جو سرمایہ دارانہ مقابلے میں صرف ہوتی ہے تعمیری کاموں میں لگانا چاہتا ہے۔

مختصر یہ کہ سوشلزم سرمایہ دارانہ نظام اور اسکی خرابیوں کو دور کرنا چاہتا ہے کیونکہ یہ افلاس کو جنم دیتا ہے اور اس میں قابلیت' صلاحیت کارکردگی وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اس میں سرمایہ(capital) ہی سب کچھ ہوتا ہے سوشلزم اس نظام کو ختم کر کے سب کے لئے ترقی کے مساوی مواقع فراہم کرتا ہے اور سماجی ناانصافیوں کو دور کرنا چاہتا ہے۔ سوشلزم کے نزدیک مملکت اچھائی ہے اور اس لئے اسکا دائرہ اختیار وسیع ہونا چاہئے اور اسے وہ سارے کام انجام دینے چاہئے جو عوام کے مفاد میں ہوں۔

سوشلسٹوں کا عقیدہ ھیکہ انسانی سماج ترقی کے مختلف مرحلے مثلاً غلامی' جاگیرداری سرمایہ داری وغیرہ کو طئے کر چکا ہے اور اب یہ سوشلزم کی طرف بڑھے گا اور اسکے لئے کسی پر تشدد انقلاب کی ضرورت نہیں اور یہ پرامن دستوری ذریعوں سے اپنے پروگراموں کو عملی شکل دینا چاہتے ہیں تدریجی اقدام سوشلسٹ تحریک کا لازمی عنصر ہے۔

بنیادی نظریات

سوشلزم کی اصلاح ایک جامع تصور کے اظہار کے لئے کی جاتی ہے جو فیبین سوشلزم(Fabian Socialism)' پیشہ دارانہ سوشلزم(Guild Socialism) کسبی سوشلزم(Syndicalism) اجتماعیت(collcctivism) جمہوری

سوشلزم(Democratic socialism) وغیرہ کو محیط کئے ہوئے ہے

ان میں قدر مشترک پیداوار کے ذرائع کو سماجی ملکیت میں رکھنا ہے اور سرمایہ دارانہ معاشی تنظیم کو ختم کرنا ہے۔

3.2 ۔ فیبین ۔اشتراکیت (Fabian Socialism)

1884ء میں برطانیہ میں کچھ سماجی مصلحین(Social Refarmers) نے اس تنظیم کی بنیاد ڈالی اس تنظیم اکی اہم شخصیتوں میں جارج برنارڈ شاہ (G. Barnard Sha) گراہم ویلس (G. Wells) وغیرہ شامل ہیں اس تنظیم کا نام مشہور رومن جنرل فبیس(FABIUS) کے نام پر رکھا گیا۔

فیبین نظریہ سماج کی تنظیم ان اصولوں پر کرنا چاہتا ہے کہ زمین اور صنعتی سرمائے کو انفرادی اور طبقہ وارانہ ملکیت سے نکال لیا جائے اور دونوں کو عام فلاح و بہبود کے لئے سماج یا قوم کی ملکیت میں لیا جائے صرف اسی طریقے پر کاربند ہو کر کسی ملک کے باشندے اپنے ملک کے قدرتی وسائل سے مستفید ہو سکتے ہیں فیبین ازم اصلاحات پر زور دیتا ہے اور جمہوریت قائم رکھنا چاہتا ہے ان کے نزدیک اگر ان اقدامات پر عمل کیا جائے تو ہر شخص کو ترقی کے مواقع حاصل ہو نگے اور شخصی آزادی برقرار رہے گی جو بد قسمتی سے سرمایہ دارانہ نظام میں ممکن نہ تھی۔

3.2.1 ۔ احتجاجی (کسبی)اشتراکیت(سوشلزم) SYNDICALISM

سنڈیکلزم کا ماخذ فرانسی لفظ سنڈیکیٹ(Syndicate) ہے جسکے معنی ٹریڈ یونین کے ہیں۔ اس تحریک کا جنم فرانس میں ہوا۔

اس نظریہ کے حامیوں کا خیال ہیکہ معاشی انصاف کے حصول کی ہر تحریک محنت کش طبقے کے احتجاج سے شروع ہونی چاہئے۔ کسبی سوشلزم ایک انقلابی نظریہ ہے یہ ارتقائی سوشلزم کے نظریہ کو رد کرتا ہے مارکزم کے مطابق یہ نظریہ بھی طبقاتی کشمکش(classwar) اور ریاست کے خاتمے میں یقین رکھتا ہے۔ سوشلزم لانے کے لئے یہ راست کارروائی (Direct action) کی تلقین کرتا ہے چنانچہ ہڑتال 'دھرنا' توڑ پھوڑ اور پیداوار میں رخنہ ڈالنا اسکے حربے ہیں اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے تشدد کا استعمال بھی جائز خیال کرتا ہے۔

اشتراکیت کا یہ نظریہ کارل مارکس کے معاشرتی ارتقاء اور دوسرے نظریات سے متفق ہے ان سب کا اس بات میں ایقان ہیکہ آج کا معاشرہ صرف "طبقات میں منقسم ہے ایک وہ جن کے پاس سب کچھ ہے(Haves) اور دوسرے جن کے پاس کچھ بھی نہیں(Have nots)۔ ان کے خیال میں خانگی جائیداد (Private Property) تمام سماجی برائیوں کی جڑ ہے اور مملکت سرمایہ داروں کی آلہ کار ہے۔ یہ مملکت کو ایک غیر ضروری ادارہ قرار دیتے ہیں اور اسے ختم کر کے اسکی جگہ اقتدار دہ ٹریڈ یونین کو سونپنا چاہتے ہیں۔

3.2.2 ۔ پیشہ ورانہ اشتراکیت (Guild Socialism)

پیشہ ورانہ اشتراکیت فرانس کی احتجاجی اشتراکیت (Syndicalism) اور برطانیہ کی محتاط اشتراکیت (Fabianism) کی مشترکہ پیداوار ہے یہ ان دونوں کے طرز افکار کا درمیانی راستہ اختیار کرتی ہے اس کا جنم انگلستان میں ہوا۔

یہ نظریہ بھی سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت کرتا ہے ان کا کہنا ہیکہ سرمایہ دار لوگ غریب کی محنت پر اپنی دولت بڑھاتے ہیں۔ اس کے حامی علاقائی نمائندگی کی جگہ پیشہ ورانہ نمائندگی چاہتے ہیں کیونکہ مقامی نمائندے نہ تو تمام علاقے کے مفاد کے ساتھ انصاف کر سکتے ہیں اور نہ ہی مختلف پیشوں سے وابستہ افراد کی دشواریوں کو سمجھ سکتے ہیں اس کا طریقہ کار وہ یہ بتلاتے ہیں کہ ہر پیشے میں ٹریڈ یونینس قائم کی جائیں اس سے سماج میں محنت کش طبقے کو ایک خاص مقام ملے گا اور پیداوار کے ذرائع اور اشیاء کی تقسیم کا تمام کاروبار جمہوری بنیادوں پر انجام پائے گا۔

پیشہ ورانہ اشتراکیت اپنے مقصد کے حصول کے لئے تشدد اور انقلابی راہیں اپنانے کی مخالفت کرتی ہے لیکن یہ جس طرح کی صنعتی انجمنیں قائم کرنا چاہتی ہے وہ آج کے صنعتی دور میں ممکن نہیں صنعتوں اور پیداوار کے ذرائع پر محنت کش طبقے کا کنٹرول اچھے نتائج کا ضامن نہیں ہوتا۔ اسکے علاوہ پیشہ ورانہ اشتراکیت جس قسم کی نمائندگی کو مناسب سمجھتی ہے وہ عوامی نمائندگی کے بجائے سماج کے چند مخصوص طبقات کی نمائندگی ہے۔

3.3 ۔ اجتماعیت (Collectivism)

اجتماعیت یعنی ریاستی سوشلزم ایک ایسا نظریہ ہے جو ایک مرکزی جمہوری طاقت کے ذریعے ایسے نظام کے قیام کے لئے کوشاں ہوتا ہے جس میں دولت کی پیداوار اور اسکی تقسیم بہتر ہو یہ نظریہ ارتقائی جمہوری سوشلزم کا حامی ہے۔

یہ پارلیمانی اور آئینی طریقوں سے اشتراکی سماج کی تشکیل کرنا چاہتا ہے یہ نظریہ ریاست کے کاموں اور اسکی ذمہ داریوں میں توسیع کا حامل ہے۔

3.3.1 ۔ جمہوری سوشلزم (Democratic Socialism)

جمہوری سوشلزم سرمایہ دارانہ نظام کا مخالف ہے۔ یہ ایک ارتقاءEvolutionary فلسفہ ہے جو تبدریج تبدیلی کا حامی ہے۔ تشدد کے بجائے انتخاب اور پارلیمان کے ذریعے سرمایہ داری ختم کر کے اشتراکیت لانا چاہتا ہے یہ طبقاتی کشمکش کو بھی نہیں مانتا۔

یہ نظریہ ریاست کو سماجی طبقات سے اوپر ادارہ مانتا ہے جو سماج میں مساوات اور انصاف قائم کر سکتا ہے یہ ریاست

کو ختم کرنے کی بجائے اسکو ایک مثبت ادارہ مانتا ہے۔

ڈینیل بل (Daniel Bell) کے بقول جمہوری سوشلزم اس بات کو تسلیم کرنے کی علامت ہے کہ سماجی و معاشی نصب العین کی حیثیت سے سوشلزم کو جمہوریت کے تصور سے دونوں صورتوں میں الگ نہیں کیا جاسکتا۔

3.3.2 ۔ ہندوستان میں اشتراکیت

ہندوستان کا سوشلزم اشتراکیت کے کلاسکی معنی میں سوشلزم نہیں ہے کیونکہ نہ یہاں پیداوار کے ذرائع کی مشترکہ ملکیت ہے اور نہ ہی معاشی غیر مرکزیت۔ جے پرکاش نارائین اور رام منوہر لوہیا نے سیاسی اور معاشی اختیارات کو مرکوزنہ کرنے پر زور دیا ہے۔ مرکزی معاشی منصوبہ بندی علاقائی فرق 'خواہشات اور ضرورتوں کو نظرانداز کرتی ہے اگر سماج کی پیچیدگی اور مختلف گروپس کو مدنظر رکھا جائے تو بے جا جابر ملکیت اور نوکر شاہی اور یکسانیت کی غلطیوں سے اشتراکیت کو محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

نئی معاشی اصلاحات سے نجی کاری (Privatisation) اور سرمایہ داری کو بڑھاوا ملا ہے فلاحی سرگرمیاں کم ہوئی ہیں ملک کی غریبی اور بیروزگاری کے مسائل میں اضافہ ہوا ہے۔

3.4 ۔ حریت پسندی (LIBRALISM)

حریت پسندی سولھویں اور سترھویں صدیوں کی عظیم تحریکوں کی پیداوار ہے برطانیہ کے شاندار انقلاب (Glorious Revolution) نے حکمرانوں کے اس دعوے کو رد کر دیا کہ وہ زمین پر خدا کے نائب ہیں۔ امریکی اور فرانسی انقلابوں نے فرد کی آزادی کو تقدس بخشا۔ برطانیہ میں پارلیمنٹ کی مرضی کے بغیر من مانے ٹیکس لگانے کے خلاف شدید رد عمل ہوا یہی وہ سب عوامل تھے جنھوں نے حریت پسندی کی راہ ہموار کی۔

حریت پسندی کو ابھرتے ہوئے سرمایہ دار اور متوسط طبقے کی حمایت حاصل تھی اس نظریہ نے جن آزادیوں کی حمایت کی وہ سرمایہ دار طبقے کے حق میں تھیں پھر بھی اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اپنی پیش قدمی کے زمانے میں اس نظریہ نے انسانی تاریخ میں ایک ترقی پسندانہ کردار ادا کیا حریت پسندی نے فرسودہ اور قدیم معاشی و سیاسی اداروں کو ختم کر دیا مطلق العنان بادشاہت اور جاگیرداری کا خاتمہ کر دیا نمائندہ جمہوریت کا آغاز کیا اسی نظریہ نے انفرادی آزادی پر زور دیا اور قانون کے تحت حکمرانی جیسی نعمتوں کو دنیا میں روشناس کرایا۔

حریت پسندی کے بنیادی اصول

حریت پسندی کے حسب ذیل بنیادی اصول ہیں :

1) ۔ عقلیت پسندی (Rationalism)

یہ نظریہ فرد کی عقل اور اسکی سمجھ بوجھ پر ایمان رکھتا ہے اس نظریہ کے مطابق فرد اپنے حقیقی مفاد کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور منظم عقل کا استعمال سماج کو ہمیشہ ترقی کی طرف لے جاتا ہے۔

2) ۔ سماج افراد کا مجموعہ ہے

اس نظریہ کے مطابق سماج افراد کا مجموعہ ہے اس نظریہ میں فرد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

3) ۔ فرد کے حقوق

حریت پسندی نے ان حقوق کی حمایت کی جن کو آج شہری حقوق کہا جاتا ہے۔ یہ حقوق آج کی حریت پسند جمہوریتوں کے بنیادی عناصر بن گئے ہیں۔

4) ۔ ریاست کا منفی کردار

ابتدائی دور میں حریت پسندی نے فرد کی سرگرمیوں پر کم سے کم پابندیوں کی تبلیغ کی کیونکہ اس نظریہ کے مطابق ریاست فرد کی خود غرضی اور جارحیت جیسی برائیوں کی پیداوار ہے۔

5) ۔ رواداری

حریت پسندی اختلاف رائے کے معاملے میں تحمل و برداشت کی تلقین کرتی ہے مذہبی معاملات میں رواداری پر زور دیتی ہے معاملات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی تلقین کرتی ہے۔

اسکے علاوہ یہ طاقت کے استعمال کے بجائے تنازعات کے لئے بحث و مباحثہ کے طریقوں کی تلقین کرتی ہے۔

دوسرے دور کی حریت پسندی میں مزدوروں اور غریبوں کے مفاد کے پیش نظر ریاست نے فلاحی ریاست کا روپ لے لیا۔

3.4.1 ۔ انفرادیت پسندی (Individualism)

یہ نظریہ مملکت کو ایک لازی برائی سمجھتا ہے "State is a necessary evil" اس کے مطابق مملکت کے جتنے بھی فرائض کم ہوں اتنا ہی اچھا ہے اسے لوگوں کی زندگی آزادی اور جائداد کی حفاظت کرنی چاہئے گویا اسکو پولیس

(Police) کے فرائض انجام دینا چاہئے۔

انفرادیت پسند نظریات کے حامی ایڈم اسمتھ (Adam Smith)، اسپنسر (Spencer) اور جے۔ ایس مل ہیں۔ مل (Mill) کو انفرادیت پسندی کا سب سے بڑا محرک مانا گیا ہے یہ فرد کی لامحدود آزادی اور مملکت کے محدود اختیارات پر یقین رکھتا ہے اس نظریہ کا دوسرا نام Laissez - Faire ہے جسکے معنی تنہا چھوڑ دو کے ہیں۔ اسکا خیال ہیکہ فرد کی شخصیت کے فروغ اور ارتقاء کے لئے اسے لامحدود آزادی اور اسکی زندگی میں مملکت کی کم سے کم مداخلت ضروری ہے اسکی نظر میں فرد ہی معاشرتی زندگی کا مرکز ہے اور مملکت صرف فرد کی بھلائی اور بہبودی کرنے والا ایک ادارہ ہوتا ہے اسکے خیال میں وہی مملکت بہتر ہوتی ہے جو کم سے کم اختیارات رکھتی ہو اور اسکے نزدیک مملکت کا وجود معاشرے کی برائیوں اور عدم مساوات کو دور کرنے کی حد تک ہے اگر مملکت اپنے دائرہ اختیار کو وسیع کرلے اور فرد کی زندگی میں دخل دینا شروع کردے تو یہ بہت بری بات ہے۔ مملکت کا وجود اس لئے ضروری ہیکہ فرد عموماً خود غرض ہوتا ہے اور مملکت کی عدم موجودگی میں دوسروں کو ان کے حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کرے گا مملکت کا ہر قانون فرد کی آزادی میں کمی کرتا ہے۔

انفرادیت پسندی کی خوبیاں

انفرادیت پسند، فرد کو جو بے حد اہمیت دیتے ہیں اس کی وجہہ نظریہ میں کافی دلکشی پیدا ہوگی ہے یہ نظریہ خصوصاً صنعتی انقلاب کی اساس بن گیا تھا۔ اس نظریہ کی وجہہ سے جاگیردارانہ نظام کی جگہ سامراجی نظام نے لے لی اسکے علاوہ یہ جمہوری افکار خیالات کو پھیلانے کا بھی باعث بنا۔ اسی کی بدولت انسانی معاشرہ میں فرد کا معیار زندگی بہتر ہوتا گیا اسکو دی جانے والی بے حد اہمیت اور اس کے لئے لامحدود آزادی کی مانگ نے فرانسی اور امریکی انقلابات رونما کئے۔

انفرادیت پسندی کی خامیاں

انفرادیت پسند مملکت کو غیر ضروری سمجھتا ہے لیکن اہم بات یہ ہیکہ مملکت کا وجود انسان کی بقاء، بہبودی اور بہتری کے لئے ضروری ہے

انفرادیت پسندوں کے نظریہ کے مطابق اگر تمام کو کھلی آزادی دے دی جائے تو یہ بجائے فائدے کہ نقصان رساں ثابت ہوگی ایک فرد کے ظلم و حسد کی عادت دوسرے کے جان و مال کے لئے خطرہ بن جائیگی فرد کو اگر یونہی آزاد چھوڑ دیا جائے تو معاشرے میں بدنظمی، باہمی دشمنی، جھگڑے اور بحثوں کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

اس دلیل میں بھی کوئی وزن نہیں ہے کہ چونکہ ماضی میں مملکت کے وجود سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئیں اس لئے اسکے اختیارات کو کم کردینا چاہئے۔

3.5 ۔ فاشزم (FACISM)

فاشزم کی اصطلاح کاماخذ (FASCIO) ہے اسکے لفظی معنی لکڑیوں کا گٹھا ہے(Bundle of Sticks) گٹھا دراصل اتحاد اور طاقت کی علامت ہے فاشزم دراصل پہلی جنگ عظیم کی پیداوار ہے اس جنگ نے اٹلی (Italy) اور جرمنی(Germany) میں ایسی قوتوں کو جنم دیا جو فاشزم کا گہوارہ بنیں۔

فاشزم کا جنم اٹلی میں ہوا اسے فروغ دینے والا بینٹو مسولینی (Benento Mussolini) تھا۔ یہ نہ کوئی سیاسی طرز حکومت تھااور نہ ہی اس نظریے میں کوئی مخصوص سیاسی طرز فکر تھی اسکے بنیادی اصولوں کے مطابق قوم پرستی کو بے انتہا اہمیت دی جاتی ہے قوم کا اپنا ایک کردار ایک شخصیت اور ایک نصب العین ہوتا ہے فرد قوم سے منسلک رہ کر ہی ترقی کر سکتا ہے فاشسٹ مملکت کے مکمل اقتدار پر یقین رکھتے ہیں یہ فرد اور اسکے مفادات کو مملکت کے مفادات کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں ان کے خیال میں فرد کی ابتداء اور انتہاء مملکت ہے ہر چیز مملکت سے شروع ہوتی ہے اور مملکت پر ختم ہوتی ہے۔

فاشزم انفرادیت پسندی کا متضاد نظریہ ہے انفرادیت میں فرد مقصد ہے اور سماج محض ایک ذریعہ فاشزم میں اجتماعیت ہی اصلیت ہے اس طرز حکومت میں فرد کی آزادی کا کوئی سوال نہیں کیونکہ اس نظریہ کے مطابق مملکت سے ہی فرد کا وجود برقرار ہے۔

اس لیے فرد پر مملکت کی جانب سے عائد کردہ حدود آزادی کی پیروی لازمی ہے مملکت ایک جاندار کل ہے افراد اسکے عضو محض ہیں مملکت کے مفاد سے باہر نہ کسی فرد کے مفادات ہیں اور نہ ہی وہ ریاست کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ خود غرض آدمی سماج دشمن ہوتا ہے۔

فاشسٹ جمہوریت' انفرادیت' سرمایہ داری' اشتمالیت' اشتراکیت اور بین الاقوامیت پر یقین نہیں رکھتے ان کی نظروں میں جمہوری ادارے بے کار ہیں یہ مارکسی فلسفہ پر بھی یقین نہیں رکھتے مسولینی کا کہنا تھا" بین الاقوامی امن بزدل کا خواب ہے"

" International peace is a dream of cowards " "جنگ دنیا میں خوبیاں پیدا کرتی ہیں۔ فاشزم آمریت اور مرکزیت کا نظریہ ہے مملکت ہی اخلاقی قدروں کی محافظ ہے۔

فاشزم کے اصول

فاشزم کوئی سیاسی نظریہ فکر نہیں یہ فوجی نظم وضبط کا نام ہے اور یہ مملکت تمام تر فوجی خطوط پر چلتی ہے اسکا پہلا اصول یہ ہیکہ یہ قومی برتری کا سبق دیتی ہے۔ اس نظریہ کی قومیت پرستی اپنی قوم کو برتر ثابت کرنے کی امنگ سے ملک کی

سرحدوں کو توسیع دینے پر اکساتی ہے جو امن عالم کے لیے زبردست خطرہ ثابت ہوتی ہے۔

اس کا دوسرا اصول یہ ہیکہ اس میں فرد کی کوئی اہمیت نہیں رہتی نہ اسکی کوئی انفرادی حیثیت ہوتی ہے اور نہ اسے کسی قسم کی آزادی حاصل ہوتی ہے فاشٹ نظریات مکمل طور پر فرد کو مملکت کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ نظریہ لیڈر کا احترام بہت زیادہ کرنا سکھاتا ہے چنانچہ مملکت کا سربراہ جو حکم دیتا ہے وہی سچائی اور اچھائی ہے۔

3.5.1 ۔ اشتمالیت (COMMUNISM)

اشتمالیت (Communism) سوشلزم کی انتہا پسند شکل کا نام ہے اسکی بنیاد کارل مارکس (Karl Marx) نے ڈالی اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہیکہ اس کے سوشلزم کے فلسفے کو سائنسی بنیادوں پر مدون کیا اور اسے خیالی تصور کی جگہ ایک منظم اور عملی تحریک اور ضابطہ حیات کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا اور دنیا میں ہونے والی مادی تبدیلیوں کے قانون بنائے مارکس نے اپنے تصنیفات (DAS CAPITAL) اور (COMMUNIST MANIFESTO) میں اشتمالیت کے اصول بیان کئے ان اصولوں کو سب سے پہلے روس میں 1917ء کے انقلاب اور شہنشاہ روس زار CZAR کی حکومت کے خاتمہ کے بعد لینن (Lenin) کی قیادت میں اپنایا گیا۔

بنیادی اصول

اشتمالیت کے بنیادی اصول حسب ذیل ہیں :

(1) جدلیاتی مادیت (Dialectical Materialism)

(2) تاریخی مادیت (Historical Materialism)

(3) طبقاتی کشمکش (Class struggle)

(4) فاضل قدر و قیمت کا نظریہ (Theory of surplus value)

(5) پرولتارس ڈکٹیٹر شپ (Proletariat Dictator ship)

(6) مملکت کے وجود کا خاتمہ (Wither away of state)

1) ۔ جدلیاتی مادیت

جدلیاتی مادیت سماجی زندگی کی تحقیق اور تفہیم کا طریقہ ہے اس اصول کے مطابق کائنات میں ہر شئے اپنا تضاد پیدا کرتی ہے ان دونوں کے درمیان ٹکراؤ ہوتا ہے اور ٹکراؤ کے نتیجے میں ایک نئی شئے وجود میں آتی ہے جو دونوں کے بہتر خصوصیات کی حامل ہوتی ہے۔ اسی کو تبدیلی کہتے ہیں مارکس کے مطابق یہ تضاد مادی حقیقتوں میں رونما ہوتا ہے اس لئے

اسکو جدلیاتی مادیت کہا گیا ہے سماج میں تاریخی تبدیلیاں بھی اسی اصول کے مطابق ہوتی ہیں۔

جرمنی کا عظیم مفکر ہیگل (Hegal) نے جدلیاتی طریقے کو پائے تکمیل تک پہنچایا مارکس مادی قوتوں کی تبدیلی کو محرکات مانتا ہے اور مادی قوتوں میں مارکس معاشی رشتوں کو بنیادی حیثیت دیتا ہے انسانی سماج میں تبدیلی پیداوار کی قوتوں اور پیداوار کے رشتوں میں تضاد اور اس سے پیدا شدہ جدو جہد و کشمکش کے باعث آتی ہے یہ طبقاتی کشمکش سے ختم ہو جاتا ہے اور پیداوار کے نئے ذرائع و طریقے وجود میں آتے ہیں اسی کو تبدیلیاں کہتے ہیں جدلیات ایک عمل اور سلسلہ ہے جس سے تاریخی تبدیلیاں وجود میں آتی ہیں۔

2) ۔ تاریخی مادیت

مارکس انسانی تاریخ کو انسان کی مادی سرگرمیوں کی تاریخ میں دیکھتا ہے۔ ابتداء سے ہی انسان حصول معاش کے لئے جدو جہد کرتا رہا ہے اس نے شکاری کی زندگی کے بعد کاشتکاری کو اپنایا۔ کاشتکاری نے اس کے سماجی تعلقات کی نوعیت کا تعین کیا۔ مارکس کے الفاظ میں

"مادی زندگی میں پیداوار کا طریقہ زندگی کی سماجی سیاسی وذہنی خصوصیات کو متعین کرتا ہے"

وقت کے ساتھ ساتھ انسان نے پیداوار کے نئے اور ترقی یافتہ طریقے ایجاد کئے اور اسی کے مطابق نئے معاشی رشتے بنے

اس طرح تاریخ کے سبھی واقعات 'انقلاب اور جنگ وجدل کی اصل وجہہ معاش رہی ہے ہندوستان سونے کی چڑیا مشہور تھا چنانچہ ملک کی تاریخ باہری حملوں سے بھری پڑی ہے عیسائیوں کے درمیان صلیبی جنگیں تجارتی راستوں پر قبضے کے لئے تھیں مارکس کے نزدیک سماج کی تاریخ باقاعدہ مقررہ اصولوں کے تحت سماج کے ارتقاء کا نام ہے جس میں پیداوار کے طریقوں نے اہم رول ادا کیا۔

3) ۔ طبقاتی کشمکش (Class Struggle)

کارل مارکس کا خیال ہیکہ تمام معاشرہ دو جماعتوں میں منقسم ہے یعنی ایک جماعت وہ جن کے پاس سب کچھ ہے(THE HAVES)' دوسرا وہ جسکے پاس کچھ نہیں(THE HAVE NOTS)اس طرح یہ سرمایہ دار اور محنت

کش طبقہ کہلاتا۔ مارکس کے خیال میں انسانی معاشرت کے آغاز سے لے کر آج تک کی تاریخ ان ہی دو طبقات کی کشمکش کے واقعات پر مبنی ہے۔ سرمایہ دار طبقہ پیداوار کے تمام ذرائع اور اسکی تقسیم کے انتظام کا مالک اور مختار ہوتا ہے اسکے برخلاف محنت کش طبقے کے پاس اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں کیونکہ یہ طبقہ روزگار کیلئے سرمایہ دار طبقہ پر انحصار کرتا ہے اور اسی طرف سے مجبوراً استحصال کو برداشت کرتا ہے۔

4) ۔ فاضل قدر کا نظریہ (Theory of Surplus Value)

اشیاء کی لاگت اور ان کی فروخت کے فرق کو قدر فاضل کہتے ہیں برطانیہ کے ماہر معاشیات ریکارڈو (Recardo) نے چیزوں کی قیمت کا قدر نظریہ پیش کیا تھا اور یہ نظریہ دنیا کے محنت کش لوگوں کے لئے ایک عظیم عطیہ ہے۔

اس نظریہ کا مطلب مصنوعات کی تیاری پر آنے والی لاگت اور سرمایہ دار کو ملنے والی قیمت فروخت کے درمیان جو وسیع فرق پایا جاتا ہے یعنی سرمایہ دار کسی شئے کو اپنی فیکٹری میں معمولی لاگت سے تیار کرواتا ہے اور جب یہ شئے بازار میں پہنچتی ہے تو اس کی لاگت سے کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ تمام منافع سرمایہ دار کی جیب میں جاتا ہے۔ محنت کش فرد جو اشیاء کی تیاری میں سب سے اہم رول ادا کرتا ہے محروم رہ جاتا ہے اس لئے مارکس سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ چاہتا ہے۔

5) ۔ محنت کش طبقے کی امریت (Dictatorship of the Proletariat)

مارکس کا کہنا ہیکہ سرمایہ داروں کی جانب سے مسلسل استحصال جلد ہی وہ وقت لائے گا جب محنت کش طبقے میں مایوسی، بیزاری اور بے چینی جیسے جذبات فروغ پانے لگیں گے۔ حمل و نقل کے ذرائع کی ترقی اور ترسیل کا جدید نظام تمام دنیا کے مزدوروں کو ایک دوسرے کے قریب کریگا جس سے محنت کش طبقہ ایک ہو جائیگا اسے اپنی اہمیت کا احساس ہو جائیگا ۔ سرمایہ داروں کے استحصال سے بچنے کی خاطر مزدور اپنی یونین بنانے لگیں گے اور چونکہ دنیا کی زیادہ تر آبادی محنت کش طبقے پر مشتمل ہے اس لئے ان کا اتحاد طبقاتی جنگ میں سرمایہ دار سماج کو پچھاڑ دے گا یہی نہیں بلکہ اسکے بعد مملکت کا انتظام محنت کش طبقہ کے ہاتھوں میں آجائیگا۔

6) ۔ مملکت کے وجود کا خاتمہ (Withering away of state)

مارکس کا خیال ہیکہ مملکت ایک وقتی ادارہ ہے اقتدار مزدوروں کے ہاتھوں میں آنے کے بعد معاشرے کی طبقاتی تقسیم خود بخود ختم ہو جائیگی ایسے معاشرے کے لئے جہاں طبقاتی تقسیم نہیں مملکت کا وجود غیر ضروری ہو تا ہے جیسے جیسے محنت کش طبقہ ذرائع پیداوار اور انتظام سلطنت سنبھال لے گا ویسے ہی رفتہ رفتہ مملکت کی ضرورت اور اہمیت گھٹتی جائے گی

پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ اسکا وجود بے معنی ہو کر رہ جائیگا۔

اشتمالیت کی خوبیاں

اشتمالی نظریات نے دور جدید کے انسانی افکار پر گہرا اثر ڈالا اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہیکہ یہ معاشرے سے عدم مساوات کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

اشتمالیت کا نظریہ افراد کو آزادی دینے سے قبل مساوات کی ضمانت پر زور دیتا ہے۔ محنت کش طبقات کو اشتمالیت میں جو اہمیت دی جاتی ہے وہ اپنی جگہ درست ہے۔

اس نظریہ کے مقبول عام ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہیکہ یہ طبقاتی تقسیم سے پاک معاشرے کی تشکیل میں پیش رفت کرتا ہے۔

اشتمالیت کی خامیاں

مارکس نے تاریخ کی جو مادی تفسیر پیش کی ہے اسے تصویر کا ایک ہی رخ کہا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے فلسفہ میں تاریخ کے دوسرے تمام عناصر اور حقائق کو نظر انداز کر کے اسے معاشی واقعات کا پلندہ بنادیا ہے۔

مارکس نے طبقاتی کشمکش کا جو نظریہ پیش کیا ہے وہ اپنی جگہ مکمل نہیں ہے۔

اشتمالیت اپنے مقاصد کے حصول اور ان کی تکمیل کے لئے اقتدار پر زور دیتی ہے مارکس مصنوعات کی تیاری اور پیداوار کی تمام تر اہمیت جو محنت کش طبقے کو دیتا ہے وہ بھی ایک مہمل امر ہے۔ اشتمالیت میں مملکت کے وجود کے خاتمہ کی جو بات کہی گئی وہ لغو ہے۔

اشتمالیت کا تنقیدی جائزہ

1) مارکس کے جدلیاتی مادیت کے نظریہ میں معاشی طریقے اور معاشی رشتوں ہی کو سب کچھ مان لیا گیا مارکس قومیت اور حب الوطنی کے جذبات کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکا۔

2) مارکس ریاست کو ایک طبقاتی ادارہ بنا کر یہ بھول گیا کہ کوئی ریاست زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکتی اگر وہ طبقات کے مفاد سے اوپر اٹھ کر پورے سماج کے مفاد کی پرواہ نہ کرے۔

3) ریاست (مملکت) کے خاتمے کی بات خیالی نظر آتی ہے۔

4) مارکس سرمایہ دارانہ نظام کی لچک کو نہیں دیکھ پایا۔

5) مارکس کے یہاں مملکت کا تصور نہیں ہے یہ تصور موجودہ دور میں غلط ثابت ہوا۔ بیسویں صدی کے اواخر میں

سویٹ یونین اور یوگوسلاویہ کا شیرازہ بکھر گیا۔

3.5.2 ۔ گاندھی ازم (Gandhism)

گاندھی جی ہندوستانیوں کے لئے باپو کہلاتے ہیں آپ کا جنم 2/اکتوبر 1869ء کو پوربندر (گجرات) میں ہوا۔ انہی کی رہنمائی میں ہندوستان انگریزوں کی حکومت سے آزاد ہوا گاندھی جی ایک اصول پسند شخص تھے آپ کے فلسفے کو تمام دنیا میں تسلیم کیا گیا ہے۔

گاندھی ازم کے اصول حسب ذیل ہیں :

1) ۔ مذہب اور سیاست

گاندھی جی نے مذہب اور سیاست کو کبھی جدا نہیں سمجھا۔ انہوں نے سماجی اور سیاسی اصولوں کو مذہبی اور روحانی اقدار کے تحت رکھا۔ مذہبی اور روحانی اصول ہمیشہ گاندھی جی کے پیش نظر رہے۔

2) اہنسا یا عدم تشدد

گاندھی نے اہنسا کو بہت اہمیت دی اہسا کویا قربانی' محبت اور رحمدلی کا نام ہے گاندھی جی کے نزدیک اہسا انسانی زندگی میں روح کی حیثیت رکھتی ہے اگر اس کو صحیح طریقہ سے اختیار کیا جائے تو کئی سیاسی مسائل کا حل بخوبی نکل سکتا ہے۔

اہنسا کے معنی ہیں قتل و خون سے پرہیز کرنا۔ عدم تشدد ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے دشمن مغلوب ہو جاتا ہے۔ گاندھی جی نے ملک کی آزادی کے لئے بھی یہی ہتھیار استعمال کیا تھا اور آخرکار ہندوستان کو آزادی نصیب ہوئی۔

3) ستیہ گرہ

گاندھی ازم کے اصولوں میں ستیہ گرہ بھی ایک اہم اصول مانا جاتا ہے ستیہ گرہ کے معنی سچائی پر بضد ہو جانا ہے ستیہ گرہ گاندھی فلسفہ کی روح اور دل ہے اور یہ ہندوستانی سیاسی ماحول میں گاندھی جی کا بڑا عطیہ ہے۔ ستیہ گرہ برائیوں سے نجات کا ذریعہ بھی ہے ایک ستیہ گرہی ہمیشہ برائیوں سے دور رہتا ہے اور سچائی کا درس وہ دوسروں کو دیتا ہے اور دوسروں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے ستیہ گرہ کے چند طریقے حسب ذیل ہیں :

(1) عدم تعاون (2) گھیراو (3) سول نافرمانی (4) بھوک ہڑتال اور (5) ہجرت وغیرہ۔

4) جمہوریت پر ایقان

گاندھی جی کا ایقان جمہوریت پر ہے لیکن مغربی پارلیمانی جمہوریت پر وہ یقین نہیں رکھتے۔ ان کے خیال میں ممبر

پارلسنٹ بغیر سوچے سمجھے اپنی پارٹی کے حق میں ووٹ دیتے ہیں ایسی صورت میں پارلیمنٹ میں عوام کی صحیح نمائندگی ممکن نہیں۔

5) غیر مرکزیت

گاندھی جی نے مرکزیت کی مخالفت کی ہے اور اسکو عوامی امور میں رکاوٹ تصور کیا ہے۔

غیر مرکزیت کی خوبیاں گاندھی فلسفے میں واضح ہیں اور یہ فلسفہ عام لوگوں کو بھی قومی دھارے میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ پنچایت راج وغیرہ غیر مرکزیت کی مثال ہے۔

6) سودیشی

گاندھی جی کے خیال میں بدیسی چیزوں کا استعمال سودیشی صنعت اور اسکی خوبی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ آسان الفاظ میں سودیشی کا مطلب اپنے ملک میں تیار شدہ چیزوں کی قدر کرنا ہے جب تک یہ جذبہ نہ ہوگا ملک معاشی لحاظ سے ترقی نہ کر سکے گا۔

4 سبق کا خلاصہ

اشتراکیت موجودہ دنیا کی مقبول ترین تحریک ہے۔ اشتراکیت Socialism لفظ Solio سے لیا گیا ہے جسکے معنی سوسائٹی کے ہیں۔ اشتراکیت سے مراد جمہوری واجتماعی سرمایہ داری طرز پر پیداوار اور اسکی تقسیم کا انتظام کر کے محنت کش طبقات اور دوسروں کے استحصال کا خاتمہ ہے اشتراکیت سرمایہ داری کا مکمل خاتمہ چاہتی ہے اور مادی وسائل اور محنت کو ضائع ہونے سے روکتی ہے۔

1884ء میں برطانیہ میں کچھ سماجی مصلحین نے فیبین سوشلزم کی بنیاد ڈالی یہ نظریہ سماج کی تنظیم ان اصولوں پر کرنا چاہتا ہے کہ زمین اور صنعتی سرمائے کو انفرادی اور طبقہ وارانہ ملکیت میں لیا جائے۔

احتجاجی سوشلزم (Syndicalism) کا نظریہ ایک انقلابی نظریہ ہے اور یہ ارتقائی نظریہ کو رد کرتا ہے۔ اسکے علاوہ پیشہ ورانہ اشتراکیت (Guild Socialism) کا نظریہ بھی سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت کرتا ہے۔

حریت پسندی نے انسانی تاریخ میں ایک ترقی پسندانہ کردار ادا کیا ہے۔

انفرادیت پسندی کا نظریہ مملکت کو ایک لازمی برائی سمجھتا ہے اور مملکت کے فرائض میں بہت بڑی کمی چاہتا ہے۔

فاشزم کا جنم اٹلی میں ہوا اور مسولینی نے حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نظریہ کی تشہیر کی اور اس نے قوم پرستی کو بے انتہا اہمیت دی۔

اشتمالیت کا نظریہ کارل مارکس کی جدو جہد کا نتیجہ ہے اور اشتمالیت کو اس نے عملی تحریک اور ضابطہ حیات کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس نے چند بنیادی اصول پیش کئے جیسے جدلیاتی مادیت 'طبقاتی کشمکش وغیرہ۔

گاندھی جی نے اپنے فلسفہ میں دنیا کے سامنے ستیہ گرہ' عدم تشدد وغیرہ جیسے اصول بیان کئے اور ان ہی اصولوں سے انہوں نے جنگ آزادی ہند میں کامیاب رہنمائی کی۔

5 فرہنگ اصطلاحات

Decentralization	(ڈیسنٹرلائیزیشن)	غیر مرکزیت	کسی ایک شخص یا گروہ میں اختیارات کی عدم مرکوزیت جس کے تحت عوام کو بھی حکومتی امور میں شامل کیا جاتا ہے۔
Das Capital	(داس کیاپٹل)	داس کیاپٹل	ایک اہم کتاب جسے کارل مارکس نے تحریر کیا تھا
Laissez - faire	(لائزیس۔فیری)	تنہا چھوڑ دینا	فرد پر کسی قسم کی پابندی نہ ہونا۔
Non-Voilence	(نان وائلنس)	عدم تشدد	ایک پرامن طریقہ جس میں اہنسا سے کام لیا جاتا ہے
Privatisation	(پرائیویٹیزیشن)	نجی کاری	خانگیانہ۔
Proletarial	(پرولیٹیریل)	محنت کش طبقہ	وہ طبقہ جو محنت مزدوری کرتا ہے۔
Socialism	(سوشیالیزم)	اشتراکیت	انگریزی لفظ Socio سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی سماج کے ہیں یہ ایک نظریہ ہے جسکو دنیا کے تمام ممالک اپنانے لگے ہیں۔
Syndicate	(سنڈیکیٹ)	سنڈیکیٹ	ٹریڈ یونین۔

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 ۔ طویل جوابی سوالات

1) ۔ اشتراکیت کا مفہوم بتایئے اور اسکی خصوصیات واضح کیجیے ؟

2) ۔ حریت پسندی کیا ہے اسکی خوبیاں اور خامیاں بیان کیجیے ؟

3) ۔ اشتمالیت کا مفہوم واضح کیجیے اسکے بنیادی اصول بیان کیجیے ؟

4) ۔ فاشزم کیا ہے واضح کیجیے؟

5) ۔ گاندھی ازم کے فلسفہ کی وضاحت کیجیے؟

6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات

1) ۔ فیبین اشتراکیت

2) ۔ احتجاجی اشتراکیت

3) ۔ پیشہ ورانہ اشتراکیت

4) ۔ جمہوری سوشلزم

5) ۔ اجتماعیت

6) ۔ طبقاتی کشمکش

7) ۔ مملکت کے وجود کا خاتمہ

8) ۔ ستیہ گرہ

9) ۔ انفرادیت پر مل کے خیالات

10) ۔ ہندوستان میں سوشلزم

6.3 ۔ معروضی جوابی سوالات

1) ۔ اشتراکیت انگریزی لفظ .... سے لیا گیا۔

2) ۔ .... مشہور رومن جنرل تھا۔

3) ۔ سنڈیکیٹ کے لفظی معنی .... کے ہیں۔

4) ۔ شاندار انقلاب .... میں رونما ہوا ۔

5) - Fasico کے لفظی معنی .... ہے۔

6) ۔ انفرادیت کا زبردست حامی .... تھا (ہٹلر۔مل)

7) ۔ عدم تشدد .... فلسفہ کا اہم اصول ہے (گاندھیائی۔انگریزی)

8) ۔ انقلاب روس کی تاریخ .... ہے(1920 - 1917)

9) ۔ مسولینی .... کا باشندہ تھا ۔ (اٹلی۔جرمنی)

10) ۔ ہیگل ایک .... مفکر تھا (انگریز۔جرمن)

☆☆☆

☆☆

☆

سبق 4 شہریوں کے حقوق و فرائض

RIGHTS AND DUTIES OF CITIZENS

1 ۔ سبق کا خاکہ

2 ۔ تمہید

3 ۔ سبق کا متن

3.1 ۔ حقوق کے اقسام

3.2 ۔ قدرتی حقوق

3.3 ۔ قانونی حقوق

3.4 ۔ اخلاقی حقوق

3.5 ۔ فرائض

3.5.1 ۔ اخلاقی فرائض

3.5.2 ۔ قانونی فرائض

3.6 ۔ حقوق و فرائض کا تعلق

3.6.1 ۔ جمہوریت میں حقوق کی اہمیت

4 ۔ سبق کا خلاصہ

5 ۔ فرہنگ اصطلاحات

6 ۔ نمونہ امتحانی سوالات

6.1 ۔ طویل جوابی سوالات

6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات

6.3 ۔ معروضی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق کے مطالعہ کے بعد آپ یہ جان سکنے کے قابل ہو جائیںگے کہ

☆ حقوق و فرائض کیا ہیں اور ان کی اہمیت کیا ہے۔

☆ حقوق و فرائض کا ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے۔

☆ جمہوریت میں حقوق کی کیا اہمیت ہے۔

2 تمہید

جمہوری حکومتوں میں حقوق کی اہمیت مسلمہ ہے شہری کو جہاں چند حقوق عطا کئے جاتے ہیں وہاں اس پر چند فرائض بھی عائد ہوتے ہیں حقوق شہریوں کے لئے ضروری ہیں تاکہ وہ اپنی شخصیت میں نکھار پیدا کر سکیں۔

حقوق اور فرائض میں بہت گہرا تعلق ہوتا ہے حقوق و فرائض کا حسین امتزاج جمہوریت میں نکھار پیدا کرتا ہے جب شہری اپنے حقوق کے ساتھ فرائض کو بھی بہتر طور پر انجام دیں تو اس سے ملک میں امن، چین اور خوش حالی پیدا ہوگی۔

3 سبق کا متن

شہریوں کے حقوق و فرائض (RIGHTS & DUTIES OF CITIZENS)

دور جدید میں شہریوں کے حقوق بڑی اہمیت کے حامل ہیں جب تک یہ فرد کو حاصل نہ ہوں اس وقت تک وہ اپنی شخصیت کی تکمیل نہیں کر سکتا حقوق کی موجودگی کی وجہ سے حکومت شہریوں کا ناجائز استعمال نہیں کر سکتی اس طرح آسان الفاظ میں آزادی اور سہولتوں کو حقوق (Rights) کہا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ لازم ہے کہ حقوق پر چند اشخاص یا خاص طبقے ہی کی اجارہ داری نہیں ہونی چاہئے۔

حقوق کی خصوصیات

حقوق کی حسب ذیل خصوصیات ہوتی ہیں :

1) ۔ حقوق ان سہولتوں کا نام ہے جو اچھی زندگی بسر کرنے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔

2) ۔ حقوق افراد کو سماج ہی میں حاصل ہوتے ہیں۔

3) ۔ حقوق سب شہریوں کو یکساں طور پر حاصل ہونے چاہئیں۔

حقوق کی تعریف :۔ مختلف مصنفین نے مختلف انداز میں حقوق کی تعریف کی ہے بقول "لاسکی"

" حقوق سماجی زندگی کی وہ شرائط ہیں جنکی موجودگی میں کوئی بھی فرد اپنی شخصیت کو بہتر طور پر نکھار سکتا ہے"۔

" Rights are those conditions of social life

without which no man can seek in general to

be at his best self ."

H.J.Laski

ہابس(Hobbes) کے خیال میں

"حقوق وہ اختیارات ہیں جو عوام کی بہتری کے لئے دیئے جاتے ہیں"

3.1 ۔ حقوق کے اقسام

حقوق کی مختلف قسمیں ہیں جیسے (a) قدرتی حقوق (b) اخلاقی حقوق (c) قانونی حقوق وغیرہ ۔

3.2 ۔ قدرتی حقوق

حقوق کے بارے میں فطری یا قدرتی حقوق کا نظریہ بہت پرانا ہے اس نظریہ کے مطابق حقوق قدرت کا عطیہ ہیں جو انسان اپنی پیدائش کے ساتھ لیکر آتا ہے ان پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی جاتی ۔ جان لاک (J. Locke) کہتا ہیکہ جب لوگ فطری حالت کے زمانے میں رہتے تھے تو انہیں تین حقوق حاصل تھے۔(1) زندہ رہنے کا حق (2) آزادی کا حق (3) حق ملکیت چونکہ یہ حقوق مملکت کے قیام سے پہلے حاصل تھے اس لئے انھیں ان سے چھینا نہیں جا سکتا۔ یہ قدرتی حقوق ہیں۔

حقوق کے اس نظریہ کا انسانی تاریخ پر گہرا اثر پڑا اس نظریئے کے زیر اثر 1789ء کے فرانسی انقلاب اور امریکی

دستور میں شہریوں کے حقوق شامل کئے گئے۔

اس نظریہ کے خلاف شدید اعتراض یہ ہیکہ فطری حالت کے زمانے (State of Nature) میں سب لوگوں کو بنیادی طور پر حقوق حاصل نہیں تھے گویا اس میں صرف جسمانی اعتبار سے طاقت ور اور مضبوط لوگوں ہی کی حقوق پر اجارہ داری ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ دوسرے سماجی ادارے مصنوعی ہیں اور وہ انسان کو اسکے ان حقوق سے محروم کرتے ہیں جو اسے فطری حالت میں حاصل تھے۔

3.3 ۔ قانونی حقوق

قانونی حقوق ان سہولتوں اور اختیارات کا نام ہے جنھیں مملکت تسلیم کرتی ہے یعنی حقوق تمام تر مملکت کی پیداوار ہیں اور ان کی پشت پر قانون ہوتا ہے اور ان کے وجود کا انحصار مملکت کے قوانین پر ہوتا ہے مملکت تمام افراد کو یکساں طور پر حقوق عطا کرتی ہے بغیر ان حقوق کے سماجی زندگی ممکن نہیں۔

اس نظریہ پر تنقید اس طرح کی گئی ہیکہ مملکت کا کام حقوق کی حفاظت کرنا ہے نہ کہ ان کو جنم دینا۔ اور یہ بھی صحیح نہیں ہیکہ حقوق مملکت کی مرہون منت ہیں۔ قانون کسی حق کو جنم نہیں دیتا بلکہ تسلیم کرتا ہے اور ان کا تحفظ کرتا ہے۔ مملکت کو کتنا ہی بڑا درجہ دیا جائے یہ نہیں مانا جاسکتا کہ اس کا اقتدار اعلیٰ (Sovereignty) رسم ورواج مذہب، تاریخ، روایات اور اخلاق کو نظر انداز کر دے، عدالتیں بھی فیصلہ کرتے وقت رسم ورواج کو ملحوظ رکھتی ہیں۔

یہ نظریہ اس حد تک صحیح ہیکہ بغیر مملکت کے حقوق کا وجود نہیں۔ جمہوری مملکتوں میں حقوق تحفظ قانون کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

3.4 ۔ اخلاقی حقوق (Moral Rights)

یہ حقوق مملکت کی جانب سے نہیں دیے جاتے بلکہ معاشرے کی روایتوں اور طور طریق کی بناء پر افراد کو حاصل ہوتے ہیں اس طرح یہ حقوق ایسے ہوتے ہیں جنھیں دوسرے انسان تسلیم کرتے ہیں اور حکومت بھی ان حقوق کا احترام کرتی ہے۔ اس میں حکومت کے جبر و تشدد یا قانون کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔

عام لوگ ان کو نہ مانیں تو پھر ان حقوق کو نہیں مانا جاتا، لیکن اگر عام رائے ان کے حق میں ہو تو لوگوں کو ان کو ماننا ہی پڑتا ہے۔ کیونکہ عوامی رائے کا احترام ضروری ہوتا ہے۔

3.5 ۔ فرائض (Duties)

فرض ہر اس کام کو کہتے ہیں جسے پابندی کے تحت فرد معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے انجام دیتا ہے۔

انگریزی میں لفظ ڈیوٹی (Duty) کے معنی وہ کام ہیں جنہیں انجام دینے کی پابندی کسی شخص پر اخلاقی طور سے یا قانون کے تحت عائد ہوتی ہے۔ فرد کو کئی طرح کے فرائض انجام دینے پڑتے ہیں جیسے اولاد کی پرورش' ماں باپ کی اطاعت وغیرہ مختصر الفاظ میں فرض وہ کام ہے جو دوسروں کے لئے کیا جاتا ہے۔

" Duty is regarded as " a work done for others"

جس طرح معاشرے میں افراد کو جہاں مختلف حقوق حاصل ہوتے ہیں وہاں انھیں کچھ فرائض بھی انجام دینے پڑتے ہیں۔

فرائض کی اقسام

فرائض کی دو اہم قسمیں ہیں۔

1) اخلاقی فرائض
2) قانونی فرائض

3.5.1 ۔ اخلاقی فرائض (Moral duties)

اخلاقی فرائض وہ ہیں جن کی دائیگی کے لئے کسی قانون کی ضرورت نہیں بلکہ انہیں شہری خود ہی اخلاقی اور سماجی جذبے کے تحت انجام دیتا ہے۔ ان کی عدم ادائیگی کی صورت میں قانون ان کو سزا نہیں دے سکتا اور مملکت بھی ان فرائض کی ادائیگی پر مجبور نہیں کر سکتی اور نہ ہی مملکت ان فرائض کو تسلیم کرتی ہے۔

اخلاقی فرائض فرد کی خانگی و شخصی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں مملکت کو ان سے کوئی غرض نہیں رہتی۔ البتہ فرد خود ہی معاشرے میں اپنی وقعت کے گھٹ جانے کے خوف سے ان فرائض کو ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ سماج میں اخلاقی فرائض کی بڑی اہمیت ہوتی ہے انہی فرائض کی ادائیگی پر شخصیت کا انحصار ہوتا ہے۔ اچھائی اور برائی کی پہچان ان ہی فرائض میں مضمر ہے۔

3.5.2 ۔ قانونی فرائض (Legal duties)

قانونی فرائض وہ ہیں جنکو مملکت اور دستور اپنے قوانین کے ذریعے افراد پر عائد کرتے ہیں مملکت انہیں نہ صرف

تسلیم کرتی ہے بلکہ شہریوں کو قانوناً اس بات کی پابند کرتی ہے کہ وہ ان فرائض کو ادا کریں۔ ان فرائض کی عدم ادائیگی جرم سمجھی جاتی ہے اور جرم قابل سزا ہے۔ سزا کے خوف سے افراد فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرپاتے اسکے علاوہ یہ فرائض واضح، صاف قطعی اور جبراً ادا کروائے جانے والے ہوتے ہیں۔

ہر شہری کا یہ فرض ہیکہ وہ مملکت کے قوانین کی اطاعت کرے اگر شہری قانون کی پابندی نہ کریں تو ملک میں امن وامان قائم نہیں رہ سکتا اور نہ ملک ترقی کرسکتا ہے۔ مملکت کا کام قانون بنانا ہے تاکہ شہری اچھی زندگی گزار سکیں۔

مملکت کے ساتھ وفاداری، ٹیکس کا ادا کرنا، امن اور قانون کی برقراری میں حکومت کی مدد کرنا، وغیرہ سب قانونی فرائض ہیں جنکی پابندی ہر شہری کے لئے لازمی ہے۔

3.6 ۔ حقوق و فرائض کا تعلق

حقوق و فرائض کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ حقوق سے اس وقت تک صحیح طور پر استفادہ نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ فرائض ادا نہ کئے جائیں۔ جس طرح اچھی اور بہتر سماجی و انفرادی زندگی کے لئے حقوق ضروری ہیں اسی درجہ فرائض بھی ضروری ہیں۔

فرائض انسان کی وہ ذمہ داریاں ہیں جو انسان دوسروں کے تئیں ادا کرتا ہے۔

تمام شہریوں کا یہ فرض ہیکہ وہ دوسروں کے حقوق کا احترام کریں۔ ایک دوسرے کے حقوق میں مداخلت نہ کریں ۔اس طرح ایک شخص کے حقوق دوسرے شخص کے فرائض بن جاتے ہیں۔

حقوق بغیر فرائض ایک غلامانہ معاشرے کی شناخت ہے ایک صحت مند معاشرے میں بغیر فرائض کے حقوق فرد کو خود سر حریص اور غیر ذمہ دار بنادیتے ہیں کیونکہ وہ اپنے مفاد اور آرام کی خاطر کسی اور کے حقوق کی حق تلفی کرتا ہے۔

حقوق اور فرائض معاشرے میں امن وامان کے ضامن ہوتے ہیں یہ انسانی عادات اور اطوار کو معاشرے کے اصول اور ضوابط کا پابند بناتے ہیں غرض انسانی معاشرے کی بقاء اور ترقی کے لئے یہ دونوں یکساں طور پر اہم ہیں دوسرے الفاظ میں حقوق اور فرائض ایک ہی سکے کے دورخ ہیں۔

Rights & Duties are the two faces of the same coin.

اور ان کو کسی طرح بھی جدا نہیں کیا جاسکتا۔

3.6.1 ۔ جمہوریت میں حقوق کی اہمیت

ہر طرز حکومت میں حقوق کی اہمیت واضح رہی ہے لیکن جمہوریت میں انکی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جمہوری حکومت چونکہ عوامی حکومت ہوتی ہے اس لئے عوام کے حقوق جمہوریت کی بنیاد ہوتے ہیں۔ جمہوریت میں جب تک عوامی حقوق کا تعین نہ کیا جائے جمہوری حکومت کھوکھلی رہتی ہے۔

جمہوری مملکتوں میں عوام کو اپنے حقوق سے استفادہ کرنے کے پورے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ اس طرز حکومت میں چونکہ عوام ہی حکمران اور اور عوام ہی رعایا ہوتے ہیں اس لئے تمام افراد کو مساوی حقوق اور آزادی حاصل ہوتی ہے جمہوری حکومت میں رنگ و نسل، زبان و علاقہ کی بنا پر کسی کے ساتھ ناانصافی یا امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا۔ جمہوری حکومتوں میں سیاسی حقوق کی بھی بہت اہمیت ہوتی ہے۔

جمہوری حکومتوں میں سیاسی حقوق کو بنیادی حقوق کہا جاتا ہے اور انہیں دستور میں جگہ دی جاتی ہے ان میں زندہ رہنے کا حق، جان کی حفاظت کا حق، جائداد رکھنے کا حق، مذہبی آزادی کا حق، تحریر اور تقریر کی آزادی کا حق وغیرہ شامل ہے۔

بعض مملکتوں میں شہریوں کو معاشی حقوق بھی حاصل ہوتے ہیں۔

4 سبق کا خلاصہ

ہر ملک میں شہریوں کو چند حقوق عطا کئے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی شخصیت میں امتیاز پیدا کر سکیں۔ حقوق کے بغیر شہریوں کی زندگی بیکار سمجھی جاتی ہے اور حقوق دراصل وہ اختیارات ہیں جو عوام کی بہتری کے لئے دیئے جاتے ہیں۔

حقوق اخلاقی، قانونی اور قدرتی ہوتے ہیں اخلاقی حقوق رسم ورواج اور اقدار میں منحصر ہوتے ہیں ان کی قانونی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ اس کے برخلاف قانونی حقوق کی پشت پر قانون ہوتا ہے۔ یہ امن وامان کے لئے نہایت ضروری ہوتے ہیں ان کے علاوہ چند فرائض اور ذمہ داریاں بھی شہریوں کی ہوتی ہیں جیسے قانون کی پابندی کرنا، ملک وقوم کا تحفظ وغیرہ اس طرح حقوق وفرائض ایک دوسرے سے جدا نہیں کئے جاسکتے۔

فرائض ان کاموں کو کہتے ہیں جسے پابندی کے تحت فرد معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے انجام دیتا ہے۔

جمہوری ملکوں میں حقوق کی بہت اہمیت ہوتی ہے اور ان حقوق پر ہی جمہوریت کی کامیابی کا دارومدار ہوتا ہے۔

5 فرہنگ اصطلاحات

Duty (ڈیوٹی)	فرض	شہری کو چند امور انجام دینے پڑتے ہیں

			ان کو فرائض کہا جاتا ہے۔
Democracy	(ڈیماکریسی)	جمہوریت	عوامی حکومت۔
French Revolution	(فرینچ ریولیوشن)	فرانسیسی انقلاب	1789ء میں فرانس میں آیا ہوا انقلاب۔
Fundamental Rights	(فنڈامنٹل رائٹس)	بنیادی حقوق	ہر ملک کا دستور اپنے شہریوں کو چند حقوق کی ضمانت دیتا ہے ان کو بنیادی حقوق کہتے ہیں۔
Leagal duties	(لیگل ڈیوٹیز)	قانونی فرائض	ایسے فرائض جن کو مملکت اپنے قوانین کے ذریعہ افراد پر عائد کرتی ہے۔
Moral duties	(مورل ڈیوٹیز)	اخلاقی فرائض	وہ فرائض جن کی ادائیگی کے لئے کسی قانون کی ضرورت نہیں ہوتی۔
Right	(رائیٹ)	حق	آزادی اور سہولتیں جو حکومت کی طرف سے شہریوں کو عطا کی جاتی ہیں۔

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 ۔ طویل جوابی سوالات

1) حقوق کیا ہیں ان کی تشریح کیجیے؟

2) فرائض اور حقوق کے تعلقات کو بیان کرو؟

3) فرائض کی تشریح کرو؟

6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات

1) شہریوں کے اخلاقی فرائض بیان کیجیے؟

2) شہریوں کے قانونی فرائض بیان کیجیے؟

3) حقوق کی خصوصیات بیان کیجیے؟

4) اخلاقی حقوق سے کیا مراد ہے؟

5) بنیادی حقوق کا کیا مطلب ہے؟

6.3 ۔ معروضی سوالات

1) ہندوستانی دستور میں .... بنیادی حقوق عطا کئے گئے ہیں۔

2) .... میں حقوق کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔

3) قانونی حقوق کی پشت پر .... ہوتا ہے۔

4) ووٹ کا استعمال .... حق ہے۔ (سیاسی۔اخلاقی)

5) فرانسی انقلاب کی تاریخ .... ہے (1789 - 1945)

6) حقوق .... کے بغیر بے جان ہو جاتے ہیں (فرائض۔ قوانین)

☆☆☆

☆☆

☆

سبق 5 مقامی حکومت خود اختیاری

Local Self Governmet

1۔ سبق کا خاکہ

2۔ تمہید

3۔ سبق کا متن

3.1۔ شہری اور دیہی خود اختیار ادارے

3.2۔ ڈسٹرک بورڈ

3.3۔ گرام پنچایت!

3.4۔ پنچایت سمیتی

3.5۔ ضلع پریشد

3.6۔ میونسپل کارپوریشن

4۔ سبق کا خلاصہ

5۔ فرہنگ اصطلاحات

6۔ نمونہ امتحانی سوالات

6.1۔ طویل جوابی سوالات

6.2۔ مختصر جوابی سوالات

6.3۔ معروضی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیںگے کہ یہ جان سکیں کہ

مقامی حکومت خود اختیاری کا مطلب کیا ہے۔

دیہی خود اختیار ادارے کون سے ہیں اور ان کے کیا افعال ہیں۔

شہری خود اختیار ادارے کونسے ہیں اور ان کے کیا افعال ہیں۔

2 تمہید

مرکزی حکومت کے کام کے بوجھ کو کم کرنے اور مقامی عوام کی شراکت کو حکومتی کاموں میں ضروری بنانے کیلئے پنچایت راج کا قیام عمل میں لایا گیا۔ پنچایت راج نظام "بلونت رائے مہتا کمیٹی" کی سفارش پر قائم کیا گیا۔ شہری اور دیہی زندگی میں مختلف فلاحی امور کی انجام دہی مختلف اداروں کے سپرد کی گئی جس کی وجہہ سے کام وقت پر اور اچھی طرح سے انجام پاسکا پنچایت نظام ہندوستان کیلئے کوئی نیا نہیں لیکن 1948ء ایکٹ کے تحت اس میں چند تبدیلیاں لائی گئیں تاکہ یہ موثر طریقے سے اپنا کام انجام دے سکے۔

3 سبق کا متن

مقامی حکومت خود اختیاری (LOCAL SELF GOVERNMENT)

موجودہ دور میں ملکوں کا رقبہ نہایت وسیع ہے اور آبادی بھی بہت زیادہ ہے اس لئے مرکزی حکومت سارے معاملوں کا انتظام موثر طریقے سے نہیں کر سکتی اور پھر کچھ معاملے ایسے ہیں جنکا تعلق صرف ضلع شہر یا گاؤں سے ہوتا ہے اسی لئے ان کے انتظام کے لئے الگ ادارے قائم کئے جاتے ہیں ان اداروں کو حکومت خود اختیار (Local self Govt.) کہا جاتا ہے۔

اس طرح کی حکومت کے سپرد دو قسم کے کام کئے جاتے ہیں ایک تو وہ کام ہیں جن کے کرنے کے لئے یہ حکومت قائم کی گئی ہے اور اگر انھیں پورا نہ کیا جائے تو پھر اسکا مقصد ہی جاتا رہتا ہے کا مثلاً مقامی علاقوں یعنی شہر اور گاؤں میں روشنی' پانی اور صفائی کا انتظام' علاج و معالجے کی سہولتیں' بچوں کی ابتدائی تعلیم' سڑکوں اور راستوں کی دیکھ بھال وغیرہ۔ دوسری بات یہ ہیکہ مقامی حکومت خود اختیاری کے ادارے ایک طرح سے تعلیم گاہوں کا کام کرتے ہیں جن لوگوں کو مقامی کاموں کا تجربہ ہوتا ہے ان کے لئے مرکزی یا ریاستی قانون بنانے والی جماعتوں میں کام کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔

سبق کا خاکہ

مقامی حکومت خود اختیاری کے مقاصد حسب ذیل ہیں :

1) مرکزی اور ریاستی حکومتوں کا بار ہلکا ہو جائے کیونکہ موجودہ دور میں حکومت کے فرائض اور کام بہت بڑھ گئے ہیں اگر وہ اہم اور ملکی مسائل کے ساتھ شہروں اور گاؤں کا بھی انتظام کرنے لگیں تو ان کے کام میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائیگا اور پھر وہ مناسب ڈھنگ سے ان کاموں کو انجام بھی نہ دے سکینگے۔

2) حکومت کے ہر کام کی اہمیت الگ الگ ہوتی ہے۔ دفاع (Defence) ریلوے وغیرہ بہت اہم کاموں میں شمار کئے جاتے ہیں اسی طرح مقامی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مقامی حکومت خود اختیاری ضروری ہے جو شہروں گاؤں کا کام پوری طرح سے انجام دے سکے۔

3) مقامی حکومت خود اختیاری کے ذریعے ان لوگوں کی خدمات آسانی سے حاصل ہو سکتی ہیں جو مقامی حالات سے بخوبی واقف ہوں اور ان کے متعلق ہر قسم کا تجربہ رکھتے ہوں پھر یہی لوگ مقامی حالات کو پیش نظر رکھ کر کام کو بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ مقامی لوگوں کے ہاتھ میں ان کا ہی کام ہو تو اس میں ان کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔

4) مقامی حکومتیں شہری زندگی کی بہترین تعلیم گاہیں ہیں۔ چونکہ عام شہریوں کا اپنے قصبے گاؤں یا شہر سے بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے اس لئے مقامی حکومت خود اختیاری میں حصہ لینے کی وجہ سے ان کی بہترین سیاسی و تمدنی تربیت ہوتی ہے عام شہریوں میں خودداری کا احساس اور دوسروں کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

5) مقامی حکومت خود اختیاری کی وجہ سے نظم و نسق کے خرچ میں بھی کمی ہو جاتی ہے اس لئے کہ جن لوگوں کے ذمہ وہ انتظام ہوتا ہے وہ مقامی حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اور غیر ضروری اخراجات سے احتراز کرتے ہیں۔

3.1 ۔ شہری اور دیہی خود اختیار ادارے

مقامی حکومت خود اختیاری دو قسم کی ہے :

(1) شہری (URBAN)

(2) دیہی (RURAL)

شہروں میں اس حکومت کے ادارے کارپوریشن، میونسپل بورڈ، امپرومنٹ ٹرسٹ ٹاؤن ایریا وغیرہ کی شکل میں اور دیہی علاقوں میں ڈسٹرکٹ بورڈ اور پنچایتوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔

اس حکومت کی سب سے پرانی اکائی (UNIT) "گاؤں پنچایت" ہے چند گاؤں مل کر پنچایتی عدالت کا انتخاب کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کو سرپنچ چن لیا جاتا ہے۔

3.2 ۔ ڈسٹرک بورڈ

جس طرح شہروں میں صفائی' آب رسانی' روشنی' ابتدائی تعلیم وباؤں اور بیماریوں کی روک تھام کا کام میونسپل بورڈ کے ذمہ ہے اس طرح میونسپل بورڈ کے باہر ضلع کے دوسرے علاقوں کا انتظام ڈسٹرک بورڈ کے ذمہ ہوتا ہے۔ ڈسٹرک بورڈ کے وہی حدود ہوتے ہیں جو ضلع کے ہوتے ہیں۔ آزادی کے بعد 1948 میں ڈسٹرک بورڈ ترمیمی ایکٹ میں تبدیلیاں عمل میں لائی گئیں ایکٹ کی روسے کسی بورڈ کے منتخبہ ممبروں کی تعداد 20 سے کم اور 80 سے زیادہ نہیں ہوسکتی بورڈ کا سب سے اہم عہدہ دار صدر ہوتا ہے کوئی شخص دو بار سے زیادہ بورڈ کا صدر نہیں ہوسکتا۔

3.3 ۔ گرام پنچایت (Gram Panchayat)

کسی گاؤں میں گرام سبھا ایک مختصر مقننہ کے مماثل ہوتی ہے۔ جس میں تمام بالغ لوگ (اسی گاؤں کے) اسکے ممبرس ہوتے ہیں۔ اور یہ سبھا ایک گرام پنچایت کا انتخاب کرتی ہے اسکے ذمہ گاؤں کے انتظام کی نگرانی کرنا ہے۔ یہ موازینہ (budget) کی منظوری دیتی ہے اور سال کے ختم پر گرام سبھا کو اپنی کارکردگی کے بارے میں رپورٹ دیتی ہے گرام پنچایت اپنے ایک صدر کو منتخب کرتی ہے جس کو سرپنچ (Surpanch) کہا جاتا ہے۔

گرام پنچایت کے ذمہ گاؤں والوں کو سہولتیں بہم پہنچانا ہے' یہ سڑکوں کی دیکھ بھال کرتی ہے پانی اور روشنی کا انتظام کرتی ہے۔ زراعت کی ترقی کے لئے بھی یہ مختلف امور انجام دیتی ہے۔ گھریلو صنعتوں کی ترقی کے لئے یہ اقدامات کرتی ہے۔ اموات اور پیدائش کا (births & deaths) رجسٹر رکھتی ہے جس میں ان کا اندراج کیا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ کتب خانوں (Libraries) کی دیکھ بھال اور کنوؤں اور سڑکوں کی نگرانی بھی اسکے ذمہ ہوتی ہے۔ ان امور کی انجام دہی کے لئے یہ ٹیکس بھی نافذ کرتی ہے لیکن اسکی آمدنی کا زیادہ تر انحصار گرانٹ۔ان۔ایڈ (Grant -in- aid) پر ہوتا جو حکومت کی جانب سے دی جاتی ہے۔

پنچایت راج طریقہ میں "نیایا پنچایت" (Nyaya panchayat) کی ایک تنظیم تشکیل دی جاتی ہے۔ جس کے ذمہ چھوٹے چھوٹے مسائل اور جھگڑے وغیرہ کی یکسوئی ہوتی ہے۔ اسکے قیام کا مقصد یہ ہیکہ گاؤں والوں کو عدالت کے خرچ اور قانونی گردشوں سے بچایا جاسکے اور آسانی سے ان جھگڑوں کا (دیوانی اور فوجداری) (Civil & Criminal) کا فیصلہ ہوسکے۔

3.4 ۔ پنچایت سمیتی (Panchayat Simithi)

پنچایت راج کا درمیانی ادارہ پنچایت سمیتی کہلاتا ہے اور یہ بلاک سطح پر کام کرتی ہے۔ گرام پنچایت کے سرپنچ اسکے

ممبر س ہوتے ہیں۔ رکن مقننہ (MLA) اور رکن پارلیمنٹ (MP) کو اس میں ممبر س بنایا جاتا ہے جو اس ضلع سے منتخب ہوتے ہیں اس کے علاوہ سمیتی ممبر س میں st, sc اور عورتوں کو نمائندگی دی جاتی ہے۔

اس کا اپنا ایک منتخبہ صدر ہوتا ہے اس کے ذمہ بھی دو قسم کے کام ہوتے ہیں پہلا کام دیہی عوام کو سہولتیں پہنچانا اور دوسرے ترقیاتی کاموں کی دیکھ بھال کرنا مثلاً زراعت، گھریلو صنعتیں، امداد باہمی، افزائش مویشیاں وغیرہ۔
پنچایت سمیتی میں ایک مختصر انتظامی اکائی (Administrative Unit) ہوتی ہے جس کا صدر (B.D.O) یعنی بلاک ڈیولپمنٹ آفیسر (Block Development Officer) کہلاتا ہے۔

3.5 ۔ ضلع پریشد (Zilla Parishad)

پنچایت راج نظام کی سب سے بڑی اکائی ضلع پریشد ہوتی ہے اور یہ کل ضلع کی سطح کے انتظام کی ذمہ دار ہوتی ہے یہ ضلع اور حکومت کے درمیان ایک رابطہ کا کام کرتی ہے۔ اس میں پنچایت سمیتیوں کے صدر، کالوجی MP اور MLAs شامل رہتے ہیں اسکے علاوہ اس میں عورتوں کو نمائندگی دی جاتی ہے اور ساتھ ہی امداد باہمی انجمنوں کے نمائندے بھی شامل کئے جاتے ہیں۔

ضلع کے سطح کے تمام امور کی انجام دہی کے لیے ضلع پریشد ذمہ دار ہوتا ہے جیسے زراعت، سماجی بھلائی، کمیونٹی ترقی پروگرام وغیرہ۔ ضلع کلکٹر کو بھی ضلع پریشد کے امور میں معاون بنایا جاتا ہے۔

3.6 ۔ میونسپل کارپوریشن (Municipal Corporation)

بڑے شہروں میں حکومت مقامی خود اختیاری کو کارپوریشن کہا جاتا ہے۔ میونسپل کارپوریشن کا قیام ریاستی مقننہ کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق ہوتا ہے۔ ان کے کام کاج کے لئے فنڈس رکھے جاتے ہیں۔

کارپوریشن بڑی تنظیم ہوتی ہے کیونکہ ان کے ذمہ جو کام سپرد کیا جاتا ہے وہ بہت اہم ہوتا ہے۔ کارپوریشن کا زیادہ تر کام ریاستی حکومت سے وابستہ ہوتا ہے کارپوریشن کے سپرد بڑی ذمہ داریاں کی جاتی ہیں، روشنی اور آبرسانی کا اہم کام اسی کے ذمہ ہوتا ہے اس کے علاوہ صفائی دواخانے وغیرہ کا کام بھی اس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ بیماریوں اور وباؤں کی روک تھام کا کام اسکو ہی کرنا پڑتا ہے اسکے علاوہ زو (zoo)، پارک، میوزیم وغیرہ کی دیکھ بھال بھی کارپوریشن کرتی ہے۔ یہ مختلف قسم کے ٹیکس عائد کرتی ہے۔

میونسپل کارپوریشن میں میئر (Mayor) کا عہدہ بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے یہ عوام کا منتخبہ ہوتا ہے۔ میئر کا اہم فرض یہ ہیکہ وہ کارپوریشن کی میٹنگس کی صدارت کرے، میئر کے علاوہ کارپوریشن کا دوسرا اہم عہدہ دار میونسپل کمشنر ہوتا ہے (Municipal Commissioner) ۔ یہ عموماً IAS عہدہ کا آفیسر ہوتا ہے اس کا تقرر حکومت کی جانب سے

ہوتا ہے۔

4 سبق کا خلاصہ

شہر اور گاؤں کے انتظام کے لئے الگ الگ ادارے قائم کئے جاتے ہیں جنکو ادارے حکومت خود اختیاری کہا جاتا ہے ان اداروں کے قیام کا مقصد حکومت کے کاموں میں مدد کرنا اور مقامی لوگوں کو حکومت کے کاموں کی ذمہ داری سونپنا ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ مقامی حکومتیں شہری زندگی کی بہترین تعلیم گاہیں ہوتی ہیں اور مقامی حکومت خود اختیاری کی وجہ سے نظم و نسق کے خرچے میں کمی آتی ہے۔

شہری خود اختیار ادارے کارپوریشن' میونسپل بورڈ وغیرہ ہیں جبکہ دیہی خود مختار ادارے ڈسٹرک بورڈ اور پنچایتی وغیرہ ہیں۔

گرام پنچایت' پنچایت سمیتی اور ضلع پریشد دیہی حکومت خود اختیاری کے ادارے ہیں ان کے ذمہ گاؤں اور چھوٹے قصبوں کے انتظام ہوتے ہیں ضلع پریشد پورے ضلع میں کارگزار ہوتا ہے۔

بڑے شہروں میں مونسپل کارپوریشن ہوتی ہیں جو روشنی' آبرسانی' صحت وصفائی دواخانہ جات ابتدائی تعلیم' تعلیم بالغان وغیرہ جیسے امور کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

5 فرہنگ اصطلاحات

Block Development Officer	(بلاک ڈیولپمنٹ آفیسر)	بی۔ڈی۔او	پنچایت سمیتی میں مختصر انتظامی اکائی کا صدر B.D.O کہلاتا ہے
Civil and Criminal Cases	(سیول اینڈ کریمنل کیسس)	دیوانی اور فوجداری مقدمات	
Gram Panchayat	(گرام پنچایت)		گرام کے معنی ہیں گاؤں، اور پنچایت کے معنی چند سمجھدار لوگوں کی جماعت
Indian Administrative Service	(آئی۔اے۔ایس)		انتظامی امور کی سب سے اعلی ڈگری یافتہ

Local self Govt.	(لوکل سیلف گورنمنٹ)	مقامی خود اختیاری حکومت	شہر اور گاؤں میں انتظام کیلئے جو ادارے قائم کئے جاتے ہیں ان کو Local self Gov.t کہاجاتا ہے۔
Member of Parliment	(ممبر آف پارلیمنٹ)	ایم۔پی	پارلیمنٹ کا ممبر
Member of Legislative Assembly	(ممبر آف لجسلیٹو اسمبلی)	ایم۔ایل۔اے	ریاستی قانون ساز مجلس کا ممبر
Mayor	(میئر)	میئر	میونسپل کارپوریشن کا صدر جو عوام کا منتخبہ ہوتا ہے
Surpunch	(سرپنچ)	سرپنچ	گرام پنچایت کا صدر سرپنچ کہلاتا ہے

B.D.O کہلاتا ہے۔

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 ۔ طویل جوابی سوالات

1) ۔ مقامی حکومت خود اختیاری سے کیا مراد ہے اسکے مقاصد بیان کیجیے؟

2) ۔ شہری اور دیہی خود اختیاری اداروں کی تفصیل بتایئے؟

6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات

1) ۔ ضلع پریشد کسے کہتے ہیں؟

2) ۔ میونسپل کارپوریشن سے کیا مراد ہے؟

3) ۔ پنچایت سمیتی کسے کہتے ہیں؟

4) ۔ گرام پنچایت سے کیا مراد ہے؟

5) ۔ میونسپل کمشنر کون ہوتا ہے؟

6) ۔ میونسپل کارپوریشن کن شہروں میں ہوتے ہیں؟

6.3 ۔ معروضی سوالات

1) ۔ مقامی حکومتیں شہری زندگی کی بہترین .... ہیں۔

2) ۔ زیلا پنچایت کا مطلب .... کی پنچایت ہے

3) ۔ میونسپل کمشنر .... رینک کا آفیسر ہوتا ہے

4) ۔ مقامی حکومت خود اختیاری کی وجہ سے خرچ میں .... آتی ہے (زیادتی۔ کمی)

5) ۔ انتظامی اکائی کا صدر .... ہوتا ہے (MRO - B.D.O)

6) ۔ میئر Mayor .... ہوتا ہے (عوام کا منتخبہ۔ حکومت کی طرف سے نامزد کیا ہوا)

☆☆☆

☆☆

☆

سبق 6 قومی یکجہتی

NATIONAL INTEGRATION

1 ۔ سبق کا خاکہ

2 ۔ تمہید

3 ۔ سبق کا متن

3.1 ۔ قومی یکجہتی کے مسائل

3.2 ۔ تاریخی ورثہ

3.3 ۔ وفاقیت

3.4 ۔ سیاسی جماعتیں

3.5 ۔ سماجی رکاوٹیں

3.6 ۔ ادارہ جاتی بندوبست

4 ۔ سبق کا خلاصہ

5 ۔ فرہنگ اصطلاحات

6 ۔ نمونہ امتحانی سوالات

6.1 ۔ طویل جوابی سوالات

6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات

6.3 ۔ معروضی سوالات

1 سبق کاخاکہ

اس سبق کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائینگے کہ یہ بتا سکیں کہ

قومی یکجہتی کا مفہوم کیا ہے

جمہوریت میں قومی یکجہتی کی کیا اہمیت ہے

قومی یکجہتی کو کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے

2 تمہید

قومی یکجہتی کسی ملک کی بقاء کے لیے نہایت ضروری ہے۔ قومی یکجہتی کے بغیر ملک نہ تو سیاسی طور پر متحد ہو سکتا ہے اور نہ سماجی،اور نہ معاشی طور سے ۔ ہندوستان میں اسکا وجود تو انتہائی ضروری ہے کیونکہ یہاں کی ذاتیں، زبانیں، تہذیبیں، روایتیں، اور رسوم مختلف ہیں۔

3 سبق کا متن

قومی یکجہتی (NATIONAL INTEGRATION)

موجودہ دور میں قومی یکجہتی کا مفہوم نہایت واضح ہے کسی بھی ملک کی بقا کیلئے عوام میں ہم آہنگی کا جذبہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ اسکی وجہ سے ہر مرد ایک وسیع معاشرے کے رکن کی حیثیت سے اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکتا ہے۔ قومی یکجہتی کا مفہوم یہ ہیکہ آزادانہ اور مساویانہ ربط کے ذریعے مختلف گروہوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنا اور جب تک یہ گروہ ایک دوسرے سے قریب نہ ہوں ملک میں اتحاد قائم نہیں رہ سکتا قومی یکجہتی ایک وسیع لفظ ہے اس سے مراد صرف سیاسی اتحاد نہیں بلکہ " سماجی' معاشی اور ثقافتی اتحاد" بھی ہے۔

ہندوستان جیسے ملک میں قومی یکجہتی انتہائی ضروری ہے کیونکہ یہ ایک وسیع وعریض ملک ہے یہاں مختلف تہذیبیں زبانیں اور مذاہب پائے جاتے ہیں، ایسے ملک میں تمام امتیازات کو منسوخ کر کے کامل اتحاد پیدا کرنا آسان نہیں اسی لئے ہندوستان میں قومی یکجہتی کا عمل "کثرت میں وحدت" "Unity in diversity" تصور سے عبارت ہے۔

ہندوستان میں قومی یکجہتی کا تصور تحریک آزادی کے زمانے میں عام ہوا' تعلیم روزگار حمل ونقل، ترسیل وابلاغ کے ذرائع کے فروغ اور طبقات کے ظہور کی وجہ سے قومی احساسات میں اضافہ ہوا۔ برطانوی حکمرانوں کو انکی پالیسیوں کی وجہ سے دشمن سمجھا گیا اور اسلئے ہندوستانی تحریک آزادی کے رہنماؤں میں اتحاد کا جذبہ پیدا ہوا اور انہوں نے قومی

بنیادوں کی تعمیر نو کا بیڑہ اٹھایا۔

ہندوستان کو جس وقت آزادی ملی اس وقت ملک متحد نہیں تھا اسکے سیاسی نقشے پر مختلف دیسی ریاستوں کا وجود تھا۔ قبائل پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔

فرقہ وارانہ جنون کو بڑھاوا دینے کی وجہ سے مذہبی دنگے اور فسادات عام تھے ۔ایسے حالات میں قومی یکجہتی کو فروغ دینے کی کوششوں کا آغاز کیا گیا اور اسکو حاصل کرنے کیلئے کچھ کامیابی ضرور حاصل ہوئی لیکن ابھی بہت کچھ باقی ہے اور جب تک قومی یکجہتی قائم نہ ہو ملک میں امن و امان قائم نہیں رہ سکتا اور اس سے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا اندیشہ باقی رہتا ہے۔

3.1 ۔ قومی یکجہتی کے مسائل اور حصول کے طریقے

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہیکہ قومی یکجہتی خصوصاً ہندوستان جیسے ملک کے لئے نہایت ضروری ہے اسکے بغیر متحد ہندوستان کا خواب پورا نہیں ہو سکتا۔ ذیل میں ان عناصر کی نشاندہی کی گئی ہے جنکی وجہ سے ہندوستان کا اتحاد باقی رہ سکتا ہے۔

3.2 ۔ تاریخی ورثہ (Historical Heritage)

زمانہ قدیم سے ہندوستان تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہ چکا ہے یہاں کئی مکاتب فکر کی نشوونما ہوئی ہے۔ اس نے سائنس علم ریاضیات اور فلسفہ میں بہت ترقی کی تھی جس میں مساوات کا درس دیا گیا تھا۔ اس طرح قومی یکجہتی کے فروغ میں تاریخی ورثہ ایک انتہائی اہم عنصر ہے۔

3.3 ۔ وفاقیت (Federalism)

ہندوستان کی مختلف قوموں کے درمیان ایک حقیقی وفاقی ڈھانچہ سے یگانگت کا جذبہ پیدا ہوگا آزادی کے بعد ریاستوں کو زبان کی اساس پر دوبارہ تشکیل دیا گیا تاکہ ان زبان اور یکساں بولیاں بولنے والے متحد ہو سکیں اس سے قومی یکجہتی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اگر وفاقی اصولوں کو جمہوری انداز میں روبہ عمل میں لایا جائے تو ان سے حقیقی طور پر قومی یکجہتی کو فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔

3.4 ۔ سیاسی جماعتیں (Political Parties)

سیاسی جماعتیں بھی قومی یکجہتی کو فروغ دینے میں اہم حصہ ادا کرتی ہیں وہ مختلف ذاتوں، قبائل، مذاہب اور علاقوں

سے تعلق رکھنے والوں کو اپنی جماعتوں کا رکن بناتی ہیں وہ عوام کو مشترکہ مسائل کے حل کرنے پر منظم کرتی ہیں۔

3.5 ۔ سماجی رکاوٹیں (Social Hindrances)

قومی یکجہتی کے حصول کے لیے مذہبی اختلافات 'تعصبات 'امتیازات اور عدم مساوات کی خلیج کو ختم کیا جانا چاہیے۔ فسادات کا خاتمہ ہونا چاہیے سماجی اونچ نیچ کی بندھنوں کو توڑنا چاہیے۔ ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دینا ہوتا۔

3.6 ۔ ادارہ جاتی بندوبست

ادارہ جاتی بندوبست کے ذریعے قومی یکجہتی کو فروغ دیا جاتا ہے قوانین سب کے لئے یکساں ہونے چاہیے۔ کل ہند خدمات کا مقصد نظم و نسق میں یکساں معیارات کو یقینی بناتا ہے۔

قومی یکجہتی کا جذبہ عوام کے دلوں میں پیدا ہونا چاہیے اسکو زبردستی مسلط نہیں کیا جانا چاہیے۔ سماجی انصاف کا تصور، جمہوریت، سکولرازم، مساوات وغیرہ قومی یکجہتی کے فروغ کے لئے مظبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

4 سبق کا خلاصہ

کسی ملک کی بقا کا انحصار وہاں کے عوام میں پائی جانے والی ہم آہنگی پر منحصر ہے۔ قومی یکجہتی کا مفہوم آزادانہ اور مساویانہ ربط کے ذریعے مختلف گروہوں کو ایک دوسرے سے قریب لاتا ہے قومی یکجہتی ایک وسیع لفظ ہے۔ اس سے مراد صرف سیاسی اتحاد نہیں بلکہ سماجی معاشی اور ثقافتی اتحاد بھی ہے

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مختلف مذاہب، ذاتوں اور زبانوں کے لوگ رہتے ہیں قومی یکجہتی کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔

قومی یکجہتی کو فروغ دینے تاریخی ورثہ، وفاقیت، سیاسی جماعتیں وغیرہ اہم رول ادا کرتی ہیں۔ قومی یکجہتی کا جذبہ عوام کے دلوں میں خود پیدا ہونا چاہیے۔ جمہوریت، سکیولرازم، مساوات، سماجی انصاف قومی یکجہتی کی بنیادیں تصور کی جاتی ہیں۔

5 فرہنگ اصطلاحات

Equality	(ایکوالیٹی)	مساوات	برابری ہر قسم کی۔
Federalism	(فڈریلزم)	وفاقیت	جمہوریت کا ایک طرز جس میں ایک با اختیار

مرکز اور دیگر صوبہ جات ہوتے ہیں۔

National-Integration	(نیشنل انٹگریشن)	قومی یکجہتی	آزادانہ اور مساویانہ ربط کے ذریعہ مختلف گروہوں کو قریب کرنا۔
Social Evils	(سوشل ایولس)	سماجی برائیاں	ایسی برائیاں جو سماج میں پائی جاتی ہیں جیسے حسد، تعصب، عدم مساوات وغیرہ۔
Secularism	(سیکولرزم)	لامذہبیت	ایک طرز حکومت جس میں حکومت کسی مخصوص مذہب سے وابستہ نہیں ہوتی بلکہ تمام مذاہب کا یکساں احترام اور سرپرستی کرتی ہے۔
Tribes	(ٹرائبس)	قبائل	خانہ بدوش قبیلے جو پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی گزارتے ہیں۔

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 ۔ طویل جوابی سوالات

1) ۔ قومی یکجہتی سے کیا مراد ہے اسکی اہمیت واضح کیجیے؟

2) ۔ قومی یکجہتی کے مسائل اور حصول کے طریقے بیان کیجیے؟

6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات

1) ۔ کثرت میں وحدت سے کیا مراد ہے؟

2) ۔ قومی یکجہتی کا مفہوم کیا ہے؟

3) ۔ وفاقیت سے کیا مراد ہے؟

4) ۔ کن چیزوں کو قومی یکجہتی کی بنیادیں کہا جاتا ہے؟

5) ۔ سماجی رکاوٹیں کیا ہیں؟

6.3 ۔ معروضی سوالات

1) ۔ سیکولرزم سے مراد .... ہے۔

2) ۔ ہندوستان میں ریاستوں کی تشکیل جدید .... بنیادوں پر ہوئی۔

3) ۔ کسی ملک کی بقا کا انحصار .... پر منحصر ہے۔

4) ۔ قبائلی لوگ .... میں زندگی گزارتے ہیں (شہروں، جنگلوں)

5) ۔ ہندوستان جہاں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں قومی یکجہتی کی .... ہے۔
(ضرورت ہے۔ ضرورت نہیں ہے)

☆☆☆

☆☆

☆

سبق 7 ہندوستانی سماج کو درپیش مسائل

Problems Faced by Indian Society

1 ۔ سبق کا خاکہ
2 ۔ تمہید
3 ۔ سبق کا متن
3.1 ۔ آبادی
3.2 ۔ ناخواندگی
3.3 ۔ ذات پات
3.4 ۔ چھوت چھات
3.5 ۔ بیروزگاری
3.6 ۔ اقلیتوں کے مسائل
3.7 ۔ خواتین کے مسائل
4 ۔ سبق کا خلاصہ
5 ۔ فرہنگ اصطلاحات
6 ۔ نمونہ امتحانی سوالات
6.1 ۔ طویل جوابی سوالات
6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات
6.3 ۔ معروضی سوالات

1 سبق کا خاکہ

اس سبق کے مطالعہ کے بعد آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ

ہندوستانی سماج کو درپیش مسائل کیا ہیں

ذات پات سے کیا مراد ہے

چھوت چھات کسے کہتے ہیں

اقلیتوں اور خواتین کے کیا مسائل ہیں

2 تمہید

ہر ملک کے چند مسائل ہوتے ہیں اور حکومتیں ان کو حل کرنیکی کوشش کرتی ہیں۔ ہندوستان ایک ترقی پذیر ملک ہے آزادی کے فوراً بعد ان مسائل کو حل کرنیکی کوشیش جاری ہیں۔

ذات پات کی جڑیں مضبوط ہیں چھوت چھات کا چلن جاری ہے، آبادی میں بے ہنگم اضافہ ہو رہا ہے ناخواندگی پوری طرح سے مٹ نہ سکی بیروزگاری عام ہے خواتین اور اقلیتوں کے مسائل ہندوستان کی معاشی اور سماجی ترقی میں حائل ہیں۔

3 سبق کا متن

ہندوستانی سماج کو درپیش مسائل

ہندوستان ایک وسیع ملک ہے یہاں مختلف مذاہب، تہذیبوں، زبانوں وغیرہ کے لوگ صدیوں سے آباد ہیں یہاں کے عوام کے رہن سہن، غذائی عادتیں، وغیرہ بھی مختلف ہیں اتنے بڑے ملک میں یکتا کو قائم رکھنا ایک بہت بڑا چیالنج ہے۔ ہندوستانی سماج مختلف مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ ذات پات کی اساس پر قائم کردہ سماجی تعلقات کی جڑیں بہت دور تک جاچکی ہیں۔ ذیل میں چند مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

3.1 ۔ آبادی

ہندوستان چین کے بعد آبادی کے لحاظ سے دوسرا بڑا ملک ہے اسکا شمار ترقی پذیر ممالک میں ہوتا ہے کیونکہ یہاں وسائل کا صحیح استعمال نہ ہونیکی وجہ سے ملک کی ترقی میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔ آبادی میں بے ہنگم اضافہ کی

وجہ سے معاشی منصوبہ بندی ادھوری ہی رہ گئی ہے۔ وسائل کا صحیح استعمال نہیں ہو رہا ہے شرح پیدائش کی رفتار شرح اموات سے کہیں زیادہ ہے۔ آبادی پر کنٹرول کے مختلف طریقے اپنائے گئے لیکن وہ آبادی میں اضافہ کو روک نہ سکے ترغیبات بھی بے اثر ہو کر رہ گئی ہیں۔ معاشی ترقی میں آبادی کا مسئلہ سب سے بڑی رکاوٹ بن گیا ہے جب تک یہ مسئلہ حل نہیں کیا جاتا ملک کی ترقی کی رفتار سدھر نہیں سکتی غربت اور ناخواندگی اضافہ آبادی کے دو اہم اسباب ہیں۔

3.2 ۔ ناخواندگی (Illiteracy)

خواندگی اور ناخواندگی فرد اور سماج کی زندگی میں انتہائی اہم ہوتے ہیں۔ جسکی تعلیم ایک بنیادی انسانی ضرورت بن گئی ہے ہم جمہوری عہد میں سانس لے رہے ہیں جمہوریت کی کامیاب کارکردگی کے لئے ایک باشعور اور واقف کار عوام کی ضرورت ہوتی ہے ۔ علم سے عوام میں تنقیدی شعور پیدا ہوتا ہے وہ جمہوریت کی خوبیوں اور آمریت (Dictatorship) کے نقصانات سے واقف ہو سکتے ہیں۔ قومی اور بین الاقوامی تبدیلیوں کو سمجھ سکتے ہیں۔

کئی ایک معاملات میں ناخواندگی فرد کی بے بسی کا سبب بنتی ہے۔ خود غرض اور چالاک لوگ دوسروں کی ناخواندگی کا استحصال کرتے ہیں۔

ہندوستان میں ناخواندگی کا مسئلہ ایک بھیانک شکل میں موجود ہے۔ مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں ناخواندگی زیادہ پائی جاتی ہے ذاتوں اور قبائل کی اساس پر جائزہ لیا جائے تو خواندگی کا تناسب اور بھی بہت کم ہوگا۔ سارے ملک میں ریاست کیرالا میں خواندگی کا اوسط سب سے زیادہ ہے۔

خواندگی کی شرح بڑھانے کے لیے حکومتیں مختلف اقدامات کر رہی ہیں نئے نئے اسکولس اور کالجس کھولے جا رہے ہیں عورتوں میں خواندگی کا تناسب کم ہونیکی وجہ انہیں تعلیم حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں۔ اوپن یونیورسٹی (Open Universities) کا قیام بھی اس سمت میں ایک قدم ہے۔ سب کے لیے تعلیم کے عہد کا اعادہ کیا گیا۔ مدارس میں بنیادی سہولتوں کو پورا کرنیکی کوشش کی جا رہی ہے اولیائے طلباء کے اندر خاص کر پسماندہ اور غریب خاندانوں میں تعلیمی شعور کو بیدار کرنیکی کوشش کی جا رہی ہے۔ بال واڑی (Balwadis) آنگن واڑی اور تعلیم بالغان کے مرکز کھولے جا رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو خواندہ بنا سکیں تاکہ وہ بہتر طور پر اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے ایک اچھے شہری بن سکیں۔

3.3 ۔ ذات پات (Caste and Creed)

ذات پات کا مسئلہ ہندوستان کے لیے ایک اہم مسئلہ بنا ہوا ہے ذات کا تعلق شادی بیاہ اور حسب نسب سے مربوط ہے۔ روایتی طور پر ہندوستانی سماج چار ذاتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ذات کی بنیاد پر افراد کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا

ہے۔ خاص کر اعلیٰ ذات کے لوگ خود کو برتر سمجھتے ہیں اور دوسروں کو نیچ اور کمتر۔ اگر چہ کہ دستور ہند نے تمام امتیازات ختم کردیے ہیں لیکن عملی شکل میں یہ آج بھی موجود ہیں۔

قدیم ہندوستان میں ذاتوں کی اساس پر فرد کے سماجی رتبہ کا تعین کیا جاتا ہے نچلی ذاتوں کو سخت ترین اور غیر صحت بخش کام انجام دینے پڑتے ہیں۔ نچلی ذات کے لوگوں کو دولت، زمین اور تعلیم کے حصول کی اجازت نہیں رہتی تھی۔ اس طرح ذات پات کا نظام ظلم وستم کا نظام ہے۔ یہ آزادی، جمہوریت اور مساوات کے اصولوں کی مخالفت کرتا ہے۔

آزادی کے بعد ذات پات کے امتیازات کچھ کم ہوئے لیکن دلتوں اور قبائلی طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کی ایک بڑی تعداد کی حالت اب بھی قابل رحم ہے۔ جب تک ان بندیشوں کو دور نہیں کیا جاتا اس وقت تک ہندوستان کی سماجی حالت میں سدھار نہیں پیدا ہو سکتا۔

3.4 ۔ چھوت چھات (Untouchability)

قدیم ہندوستان میں عوام کی ایک بڑی تعداد کو ذات پات کے نظام سے باہر رکھا گیا ان کے خلاف چھوت چھات کا برتاو کیا گیا۔ برطانوی عہد میں انہیں نچلی ہوئی ذاتوں کے نام سے پکارا گیا اور ان انہیں (Schedule Caste) کہا جاتا ہے۔

تحریک آزادی کے دوران چھوت چھات کی رسم کے خاتمہ کیلئے جدوجہد کی گئی مساوات کی قدروں کی تشہیر کی گئی۔ مہاتما گاندھی نے چھوت چھات کو گناہ قرار دیا۔

("Untouchability is a sin") دستور کی دفعہ 17 کے مطابق چھوت چھات کو منسوخ کیا گیا اور اسکی عمل آوری کو ممنوع قرار دیا گیا۔

چھوت چھات کا عمل انسانیت کی توہین ہے اور اسکو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جانا چاہئے۔

موجودہ ہندوستان میں اب بھی سماجی امتیازات موجود ہیں۔ یہ دیہی علاقوں میں بہت نمایاں ہیں اور شہری علاقوں میں پوشیدہ ہیں۔ جتنا جلدی ملک سے چھوت چھات کا خاتمہ ہو گا اتنا ہی یہ ملک کی ترقی میں بہتر ثابت ہو گا۔ اسکے لئے سماجی رویہ میں تبدیلی لانی ہو گی۔ بین ذاتی شادیوں کی ہمت افزائی کرنی ہو گی۔ صرف ریاستی مشنری سے چھوت چھات کا خاتمہ ممکن نہیں اسکے لیے سماجی کارکنوں، رضاکارانہ تنظیموں کو اہم رول ادا کرنا چاہئے۔ اگر ہم صرف قانون اور حکومت پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں تو یہ سماجی داغ کبھی بھی دور ہونے والا نہیں۔

3.5 ۔ بیروزگاری (Unemployment)

کامیاب جمہوری نظام کیلئے غربت ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے اور غربت کی سب سے بڑی وجہ بیروزگاری ہے

بد قسمتی سے ہمارے ملک میں روزگار کے مناسب مواقع نہیں ہیں جسکی وجہ سے ہر سال بیروزگاروں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے ان کو صحیح روزگار نہیں مل پارہا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ مایوسی کا شکار ہورہے ہیں۔ شہروں میں بیروزگاروں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے جبکہ دیہاتوں میں بیروزگاری کی شرح کم ہے کیونکہ وہاں لوگ زراعت کے پیشہ سے وابستہ ہیں۔ بیروزگاری کے مسئلہ کو دور کرنے کے لیے معاشی منصوبہ بندی نہایت ضروری ہے۔

3.6 ۔ اقلیتوں کے مسائل (Problems of Minorities)

جمہوریت میں اقلیتیں ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہیں اور ان کی اہمیت کو کسی طرح بھی نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ جس ملک کی اقلیتیں خوشحال ہوں وہ ملک بھی خوشحال رہتا ہے اس اہمیت کے پیش نظر دستور ہند نے اپنے بنیادی حقوق (Fundamental Rights) میں اقلیتوں کے لئے تہذیبی اور تعلیمی حقوق منظور کئے ہیں۔

(Cultural & Educational Rights) (Art.29) یہ چونکہ ایک بنیادی حق ہے اسلئے اس کو چھینا نہیں جاتا ہے۔ دستور کی دفعہ 30 کے مطابق تمام اقلیتوں کو تعلیمی اداروں کے قیام اور ان کا نظم و نسق چلانے کا حق دیا گیا ہے حکومتیں تعلیمی اداروں کو مالی امداد کی اجرائی کے سلسلے میں اقلیتی اداروں کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کرتیں مادری زبان میں تعلیم کے لیے بھی حکومت کوشش کرتی ہے۔

اسکے علاوہ اقلیتوں کے جان و مال کی حفاظت بھی حکومت کے ذمہ ہوتی ہے اور یہ حکومت کا فرض ہیکہ وہ ان کے حقوق کی عمل آوری میں مدد دے۔ اسکے علاوہ دستور ہند نے مذہبی آزادی کا بھی بنیادی حق منظور کیا ہے۔ اقلیوں کو پوری طرح مذہبی آزادی حاصل ہے۔

3.7 ۔ خواتین کے مسائل (Problems of Women)

مرد اور عورت معاشرہ میں مساوی درجہ رکھتے ہیں ان کے درمیان عدم مساوات انسان کی پیدا کردہ ہے، بہت سے معاشروں میں خواتین کو کم تر درجہ دیا گیا ہے۔

ایک طویل عرصہ تک ہندوستان میں معاشرہ پر مرد کی بالادستی قائم رہی اور خواتین کو مختلف انداز سے نظرانداز کیا جاتا رہا بہت سی خواتین کو اظہار خیال کی تک اجازت نہیں دی گئی۔ ان کو تعلیم کے میدان میں بھی پسماندہ رکھا جاتا رہا۔ خواتین نے بتدریج ناانصافیوں کو محسوس کیا اور مردانہ سماج کی قدروں کے خلاف احتجاج شروع کردیا۔

ہندوستان میں پیدائش کے ساتھ ہی لڑکی کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرہ میں لڑکے کی عزت و قدر کی جاتی ہے بہت سی خواتین بھی سماجی حالات کے اعتبار سے لڑکی کی پیدائش نہیں چاہتیں غریب خاندانوں میں لڑکیاں غذا کی کمی (mat nutrition) کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اسکے علاوہ لڑکیوں کی حرکات و سکنات پر بھی

زیادہ پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔

یہ بات مسلمہ ہیکہ مردوں کی بہ نسبت خواتین میں خواندگی کی شرح بہت ہی کم ہے وہ بچے جو ابتدائی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے ہی اسکول چھوڑ دیتے ہیں ان میں اکثریت لڑکیوں کی ہوتی ہے ان میں (ST,SC) اور غریب خاندانوں کی لڑکیوں کی تعداد اور زیادہ ہوتی ہیں۔

گھریلو کام کاج، چھوٹے بچوں کی نگہداشت، سماجی تحدیدات، تعلیم کے حصول کے معاملے میں لڑکیوں کے ساتھ امتیازی سلوک، اوائل عمر میں شادی وغیرہ یہ وہ اسباب ہیں جو نسوانی تعلیم کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔

ہندوستان میں مردم شماری (Census) کے اعتبار سے گھر کے باہر کام کرنے والی خواتین کو محنت کش خواتین کہا جاتا ہے اور گھریلو کام کاج کرنے والی خواتین کو محنت کش نہیں کہا جاتا۔ ان کے لئے پیشے کے مواقع بہت محدود ہیں اجرتوں میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔

سیاسی میدان میں بھی خواتین پیچھے ہیں ان کو اگرچہ کہ ووٹ دینے کا حق حاصل ہے لیکن بہت کم خواتین اعلی ترین سیاسی عہدوں پر فائز ہیں پارلمنٹ اور ریاستی اسمبلیوں میں ان کی نمائندگی بہت کم ہے تاہم صورت حال بتدریج تبدیل ہو رہی ہے اور خواتین آزادانہ طور پر غور و فکر کرنے لگی ہیں۔ دیہی اور شہری مقامی اداروں میں ان کے لئے نشستیں محفوظ کی گئی ہیں۔

خواتین کو کچلنے والی بہت سی سماجی برائیاں آج بھی ملک میں موجود ہیں جیسے بچپن کی شادی، جہیز کی لعنت وغیرہ۔ 1961ء میں جہیز ممنوع ایکٹ منظور کیا گیا۔ جہیز (Dowry) خواتین اور سماج کے خلاف ایک جرم ہے۔ مردوں اور خواتین کو اس لعنت کے خلاف اپنی آواز بلند کرنی چاہیئے۔ تعلیم اور روزگار سے خواتین کسی قدر آزاد ہو سکتی ہیں۔

دستور ہند نے خواتین کو مساوات فراہم کی ہے اس نے ریاستوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ صدیوں کے سماجی معاشی تعلیمی نقصان کو کم کرنے کے لئے خصوصی اقدامات کرے۔

آج خواتین صرف تحفظات کا مطالبہ نہیں کر رہی ہیں بلکہ وہ فلاح و بہبود کی خاطر آزادی کے علاوہ اقتدار کی بھی مانگ کر رہی ہے۔ ہمیں ایک ایسے معاشرہ کی ضرورت ہے جہاں خواتین آزاد ہوں اور مردوں کی طرح ان کی عزت کی جائے۔ ہمیں ان سماجی اور ثقافتی رسومات کو بدلنا ہے جو خواتین کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔

4 سبق کا خلاصہ

ہندوستان ایک بر صغیر کی حیثیت رکھتا ہے اسکا رقبہ کافی وسیع ہے اور آبادی بھی بہت زیادہ ہے۔ اسکے سامنے بہت سے مسائل ہیں ملک ان مسائل کی یکسوئی کرنے میں مصروف ہے لیکن ابھی بھی بہت سے مسائل حل طلب ہیں

ہندوستان میں ناخواندہ افراد کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ ناخواندگی فرد اور معاشرہ کی ترقی میں بڑی رکاوٹ ہے۔

ہندوستان کی ترقی کے لئے عام ابتدائی تعلیم کی ضرورت ہے۔ فرقہ پرستی، اتحاد اور سیکولر زندگی کے لئے خطرہ ہے۔

ہندوستان کے لئے ذات پات کا مسئلہ بھی پیچیدہ نوعیت کا حامل ہے چھوت چھات اب بھی موجود ہے ST کی ایک کثیر تعداد کی زندگی اب بھی قابل رحم ہے۔

ہندوستان میں خواتین کے ساتھ مختلف انداز میں امتیازی سلوک کیا جاتا ہے اس میں بہت سی غیر صحت بخش رسومات موجود ہیں جنکو ہٹانا ضروری ہے تب ہی ملک حقیقی معنوں میں ترقی کر سکتا ہے۔

اقلیتوں کا مسئلہ بھی بڑا ہی نازک مسئلہ ہے جب تک ملک کی اقلیتوں میں اعتماد بحال نہ ہوگا اور ان کے حقوق کا تحفظ نہ ہوگا ملک کی ترقی نا ممکن ہے۔

5 فرہنگ اصطلاحات

Caste and Creed	(کیاسٹ اینڈ کریڈ)	ذات پات	عہد قدیم سے ہی ہندوستانی معاشرہ چار ذاتوں میں منقسم ہے۔ برہمن، چھتری، ویش، شدر۔ برہمن اعلیٰ ذات کے لوگ اور شدر نچلی ذات کے لوگوں ک کہا جاتا ہے۔
Census	(سنسس)	مردم شماری	آبادی کو شمار کرنے کا طریقہ، ہر دس سال میں ایک دفعہ عوام کی تعداد معلوم کی جاتی ہے۔
Dictatorship	(ڈکٹیٹر شپ)	آمریت	ایک ایسی حکومت جسکا سربراہ خودسر ہو اور قانون کا لحاظ نہ کرتا ہو۔
Dowry	(ڈوری)	دہیز	لین دین رقم جو دلہن کی طرف سے جبراً دولہے والے وصول کرتے ہیں۔
Fundamental rights	(فنڈمنٹلس رائٹس)	بنیادی حقوق	دستور ہند نے اپنے شہریوں کو 6 حقوق عطا کئے ہیں جنکو بنیادی حقوق کہا جاتا ہے۔
Sati	(ستی)	ستی	ایک رسم۔ جس میں مردہ شوہر کی چتا میں

اسکی زندہ بیوہ کو جلا دیا جاتا ہے۔

Untouchability (ان ٹچ ایبلیٹی) چھوت چھات انسانوں کو اپنے سے کمتر سمجھنا اور ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرنا۔

6 نمونہ امتحانی سوالات

6.1 ۔ طویل جوابی سوالات

1) ۔ ہندوستانی سماج کو در پیش مسائل کا جائزہ لیجیے ؟

2) ۔ خواتین کے مسائل کے بارے میں تبصرہ کیجیے ؟

6.2 ۔ مختصر جوابی سوالات

نوٹ لکھئے :

1) ۔ آبادی

2) ۔ ناخواندگی

3) ۔ اقلیتوں کے مسائل

4) ۔ ذات پات

5) ۔ چھوت چھات

6.3 معروضی سوالات

1) ۔ ہندوستان ایک .... ملک ہے۔

2) ۔ آبادی کے لحاظ سے ہندوستان دنیا کا .... بڑا ملک ہے۔

3) ۔ چھوت چھات ایک .... ہے۔

4) ۔ ہندوستانی سماج کو .... بڑی ذاتوں میں تقسیم کیا گیا ہے (چار۔پانچ)

5) ۔ ہندوستانی دستور نے ....بنیادی حقوق شہریوں کو عطاء کئے ہیں (پانچ۔چھ)

6) ۔ خواندگی کی شرح ریاست .... میں زیادہ ہے (آندھرا پردیش۔کیرالا)

7) ۔ ہندوستان میں مردم شماری کا عمل ہر.................... سال میں ہوتا ہے (دس۔پندرہ)

8) ۔ جہیز ممنوع ایکٹ .... میں منظور ہوا۔ (1961-1970)

☆☆☆

☆☆

☆